Title - AHRAR ISLAM.

Creator - Abul Kalaam Azad.

Publisher - Saddique Book Dipo (Lucknow).

Date - N.A

Pages - 68.

Subjects - Islamiyaat - Falsafa; Falsafa - Islam.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احرار الاسلام

الحریۃ فی الاسلام

نظام حکومت اسلامیہ

از

مولانا ابوالکلام آزاد دہلوی

منیجر صدیق بکڈپو امین آباد لکھنؤ [illegible]

بار اوّل ۱۰۰۰ جلد

احرار اسلام

الحریۃ فی الاسلام
نظام حکومت اسلامیہ

وامرھم شوریٰ بینھم (۴۲: ۳۶)

(۱)

تمام دنیا میں جمہوریت کے خیالات پھیل رہے ہیں ۔ شخصی استبداد و مطلق العنانی سے ہر جگہ نفرت کی جا رہی ہے، اور اس حقیقت کا اعتراف عام ہے کہ قانونی و سیاسی آزادی میں تمام انسان مساوی الرتبہ ہیں ۔ قوم کو اپنے ملک سے تمتع کا حق حاصل ہے ۔ وہ اس حق میں دوسروں پر مقدم ہے ۔

دنیا کی تمام قومیں اس حقیقت پر ایمان لا چکی ہیں، اور ہر ممکن ذریعہ و کوشش سے اسکے حصول کے لیے کوشاں ہیں ۔ بعض کوششیں منزل مقصود تک پہونچ چکی ہیں، اور بعض پہونچنے کے قریب ہیں ۔

لیکن مسلمان جو دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں، اب تک اس حقیقت سے بے خبر ہیں، اور جو باخبر ہیں وہ اُن کے تصور میں اسکی صورت [illegible] ہے ۔ حالانکہ اس حق طلبی و داد خواہی جماعت میں سب سے آگے مسلمانوں کو ہونا چاہیے تھا، کیونکہ اُن کا پیغمبر دنیا میں صرف اس لیے آیا تا کہ وہ انسانوں

کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلائے۔

یورپ کی قومیں دور سے کھڑی مسلمانوں کے اعمال و حرکات جہل عن الحقیقت کا تماشا دیکھ رہی ہیں۔ ہمکو از راہ لطف و کرم اس راستے کے فوائد و خطرات سے مطلع کیا جاتا ہے، اور وعید و تہدید کی گرجتی ہوئی تنبیہ کرنے والی آواز سنائی دیتی ہے کہ "دیکھنا! اس زنجیر کو جس سختی سے کاٹنا چاہو گے، اوسی سختی سے پاؤں میں اور زیادہ لپٹ جائے گی"۔ اکثر واعظین سیاست از راہ شفقت و نصیحت دینی ہمکو یہ بھی تلقین کرتے ہیں کہ حریت حکومت کے لیے اس قسم کی کوششیں ور جد و جہد تعلیمات قرآنیہ کے خلاف اور تاریخ اسلام کے منافی ہیں۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ واقعات تازہ نے مسلمانوں کی حسیات زندہ کردی ہیں، انکو اپنا از یاد رفتہ خواب پھر یاد آگیا ہے۔ اتباع احکام ربانی کے لیے ان میں ایک نیا ولولہ پیدا ہو گیا ہے، اور اسلام کی حریت و آزادی کے اسباق پر پھر اونھوں نے نظر ڈالنی شروع کردی ہے، اس لیے ان کے ناصحین و مشفقین سیاست کو انکی ہدایت سے مایوس ہو جانا چاہیے کیونکہ انکا اب گمراہ ہی ہونا ان کے حق میں ہدایت سے بہتر ہے۔

واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

نوبت زہد فروشان ریاکار گذشت

وقت شادی و طرب کردن رندان گذشت!

اسلام خود اپنے بیان کے موافق "ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و

فی الآخرۃ حسنۃ "، دین و دنیا کی اصلاح کے لیے آیا تھا، اور اسی لیے دونوں جہان کی برکات اس کے ساتھ تھیں۔ یہ اگر فرض کر لیا جائے کہ اسلام کے خزانۂ ہدایت میں حسنات سیاست دنیاوی کا وجود نہیں، تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ نصف خدمت انسانی انجام دہی سے وہ قاصر رہا جس کا تحمل بھی کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر مسلمان اسلام کے کارنامہ ہائے سیاسیہ اور طرز اصلاح حکومت دنیویہ سے آج واقفیت حاصل کرے۔

ظہر الفساد فی البر والبحر

آج سے ۱۳۴۱ برس پہلے کا واقعہ ہے کہ دنیا استبداد و استعباد کے عذاب الیم میں مبتلا تھی۔ غلامی کی زنجیروں نے اسکا بند بند جکڑ رکھا تھا۔ فرماں روایان ملک، امرائے شہر، رؤسائے قبائل، اپنے اپنے حلقۂ فرماں روائی میں "ارباباً من دون اللہ" تھے، اور ان کے ہاتھ میں ان کے اطاعت گذار اور پیرو بالکل مثل معدوم الارادۃ آلات عمل کے تھے، جنکی زندگی کا موضوع واحد صرف اپنے قادر قابض کی تکمیل ہوائے نفس، و اتباع مرضیات تھا۔ صداقتوں کی حقیقت اور امور واقعات کی صحت کا فیصلہ سلاطین و امراء کے چشم و ابرو کا ایک اشارہ، اور راجگان و رؤساء کے کام و دہن کی ایک جنبش کرتی تھی۔ مسیح سے ۷۰۰ برس پہلے، ذات شاہی ہر آلائش سے منصف، ہر احترام فوق العادۃ سے مقدس، اور ہر نقص و عیب سے مبرا تھی، کیونکہ وہ خدا تھی، خدا کا سایہ تھی، یا کم از کم فوق الانسانیت

سے ایک بالاتر شئے ضرور تھی !

فراعنۂ مصر دیوتا تھے۔ اسی لیے مصر کے ایک فرعون نے مسیح سے ۱۷۰۰ برس پہلے اپنے درباریوں کو کہا تھا "انا ربکم الاعلیٰ یعنی موسیٰ کا خدا کون ہے ؟ تمہارا بڑا خدا تو میں ہوں " کلدانیوں کے ملک میں نمرود بابل کی پرستش کے لیے ہیکل بنتے تھے، ہندوستان کے راجہ دیوتاؤں کے اوتار بن کر زمین پر اترتے تھے، روما کا پوپ خدا کے فرزند کا جانشین تھا، اور اس کا آستانۂ قدس سجدہ گاہ ملوک و سلاطین۔

روم کے قیصر اور فارس کے کسریٰ، گو دیوتا نہ تھے، لیکن فطرۃ بشریہ سے منزہ، اور مرتبۂ انسانیہ سے بلند تر ہستی تھے، جن کے سامنے بیٹھنا ممنوع، جن کے سامنے ابتدائے کلام گناہ، جنکا نام لینا سوءِ ادب، اور جنکی شان میں ادنیٰ سا اعتراض بھی موجبِ قتل تھا۔ بیت المال ملکی سامان مصرف، رعایائے ملک غلامان درگہ شاہنشاہی تھے۔

دنیا اسی تعبد و غلامی اور ذلت و تحقیر میں تھی کہ بحر احمر کے سواحل پر ریگستانی سرزمین میں ایک "عربی پادشاہ" کا ظہور ہوا، جس نے اپنے معجزانہ زور توانائی سے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیے، بابائے رومۃ الکبریٰ کے ایوانِ قدس کی بنیادیں ہلادیں، تعبد و غلامی کی زنجیریں اسکی شمشیر آہنی کی ایک ضرب سے کٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں، اور استقلال ذات و فکر، حریت خیال و رائے، و شرف و احترام نفس، مساوات حقوق، اور ابطال شاہنشہی کی روشنی دنیائے قدیم (۱)، کے قلب سے نکلکر تمام دنیا میں پھیل گئی

شاہان عالم مرتبۂ قدوسیت و معصومیت سے گر کر نا م سطح انسانی پر آ گئے ، اور عام انسان سطح غلامی و حیوانیت سے بلند ہو کر مصر و بابل کے دیوتاؤں اور روم و ایران کے قیصر و کسریٰ کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو گئے ، اور بقول گبن (مشہور مورخ) " قوائے عمل و زندہ دلی جو صومعوں اور خانقاہوں میں پڑی سوتی تھی ، عسکر حجاز کی آواز دل سے چونک پڑی ، اور اسلام کی اس نئی سوسائٹی کا ہر ممبر حسب استعداد فطرت و حوصلہ اپنے اپنے مرتبے پر پہونچ گیا " (۲)

یہ معجزانہ قوت و توانائی کیا تھی ؟ جلال روحانی سے بھری ہوئی ایک آواز تھی ، جو بو قبیس کی پہاڑی سے بلند ہوئی ، اور جس سے گنبد عالم کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا ، کہ اے اہل عالم !

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (۳ : ۵۷)

آؤ ، ایک بات جو اصولاً و تفصیلاً ہم میں تم میں متفق علیہ ہے ، اس کو عملاً بھی تسلیم کر لیں ، یعنی خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں ، نہ اس کی خدائی میں کسی کو شریک ٹھہرائیں ، اور نہ ہم خدا کے سوا ایک دوسرے کو اپنا خدا اور آقا بنائیں ۔

اس ایک آواز سے انسانی جباری و الوہیت کے بت سرنگوں ہو کر گر پڑے ۔ شہنشاہیوں کا پر اسرار عجیبۃ الخواص طلسم ٹوٹ گیا ، بادشاہ ، خادم رعایا ، بیت المال ، خزینۂ عمومی ۔ اور تمام انسان مساوی الرتبہ قرار پا گئے ۔ عرب کے بادشاہ نے نہ اپنے لئے قصر و ایوان طیار کرایا ، نہ تاج و

دیبا کے فرش بچھائے، نہ سونے چاندی کی کرسیوں سے دربار سجایا، اور نہ اس نے اپنی ہستی کو انسانیت سے مافوق بتایا، بلکہ علی الاعلان کہدیا:

انما انا بشر مثلکم - میں بھی تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہوں!

یہ تو عرب سے باہر کا حال تھا۔ خود عرب کا حال کیا تھا؟ اطراف عرب میں، یمامہ، غسان، حیرہ، بحرین، عمان اور روم و فارس کے ماتحت جو ریاستیں تھیں، وہ تو سرتاپا روم و ایران کے رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ لیکن وسط عرب کی بھی حالت یہ تھی کہ اسلام سے پہلے وہ بالکل مبتلائے فوضویت تھا۔ جس طرح قبیلے کا خدا الگ تھا، اسیطرح ہر ہر قبیلے کا شیخ بھی الگ تھا۔ آپس کی جنگ و جدال اور حرب و قتال نے تمام ملک کو کارزار بنا رکھا تھا، بے اطمینانی و بدامنی عرب کے گوشہ گوشے میں موجود تھی، قبائل کا ایک دوسرے کے مملوکات پر غارتگری بہترین سبب معاش تھی۔ اس پر شعرائے قبائل فخریہ قصائد لکھتے تھے، اور ہر شخص دوسرے کی عزت و مال کو اپنے لیے بہترین مصرف قرار دیتا تھا۔

غرضکہ دنیا کے اس خشک و بے آب ملک کا چپہ چپہ انسانوں کے خون سے سیراب کیا جارہا تھا کہ دفعۃً سلطنت الٰہی کا ظہور ہوا، اور وادیٔ مکہ میں عرب کے سب سے بڑے مجمع کے اندر اس کے اس فرمان کا اعلان کیا گیا، کہ اے اولاد آدم!

الا ان دماءکم و اموالکم	ہوشیار ہوجاؤ کہ آج جان اور مال کی
حرمت علیکم کحرمۃ	حرمت قائم کی جاتی ہے، جس طرح
یومکم ھذا فی شھرکم	کہ آج کے روز اس شہر مکہ میں۔

هذا فی بلدکم هذا، الا کل شیٔ من امر الجاهلیة تحت قدمی موضوع ودماء الجاهلیة موضوعة وان اول دم اضعہ من دمائنا دم ابن الربیعة الحارث! (الحدیث: صحاح)	اور اِس ماہ حج میں حرمت ہے ہوشیار رہو کہ جاہلیت کی تمام باتیں آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ ایام جاہلیت کی خوں ریزی اور اُس کے انتظام کے تمام واقعات آج سے فراموش ہوں سب سے پہلے میں خود اپنے عم زاد بھائی ابن ربیعہ بن حارث کا خون فراموش کرتا ہوں۔

یہ ایک آواز تھی، جس سے عرب کے پرشور فضا میں سکوت طاری ہوگیا، امن عام کا ابر چھاگیا، حکومت الٰہی کے اس داعی نے نصرانی شاہزادہ طے سے فرمایا تھا کہ عرب کی بے اطمینانی سے نہ گھبراؤ۔ وہ وقت آئے گا کہ ایک بڑھیا سونا اچھالتی ہوئی عرب کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں نکلجائے گی، اور کوئی اُس سے تعرض نہ کرے گا" پس وہ وقت آگیا کہ بڑھیا سونا اچھالتی ہوئی ایک گوشے سے دوسرے گوشہ میں نکلگئی اور کسی نے اُس سے تعرض نکیا۔

تاسیس اصطلاحا حکومت

اس سلسلہ میں یہ عجیب بات ہے کہ اسلام نے حکومت اسلامی کا جو نظام قرار دیا، وہ ایک ایسی چیز تھی، جو اُس کے گرد وپیش کے نظامات حکومت میں کہیں بھی موجود نہ تھی۔ اُس نے ایک باقاعدہ قانونی وجمہوری حکومت کی بنیاد ڈالی۔ حقوق عامہ کی تشریح وتعیین کی، تعزیرات وحدود وجرائم کے

مناسب قائم کیے۔ مالی، ملکی، اور انتظامی قوانین وضع کیے، عدل و انصاف کی تعلیم دی۔ قانونی تسلیح و استبداد شخصی کی ممانعت کی شخصی حکومت و ذاتی امتیاز کو یک قلم مٹا دیا

یہ مجمل بیانات ہیں جن کی تفصیل و اثبات کے لیے موجودہ اصول جمہوریت و عمومیت کی بنا پر متعدد مباحث طے کرنے چاہئیں۔

نظام جمہوریت

ایک بہتر سے بہتر حکومت کے تخیل کے لوازم کیا ہیں؟ اس کے جواب میں ہمارا موجودہ سیاسی لٹریچر اُن دفعات سے بہتر کوئی شے نہیں پیش کر سکتا جو (انقلاب فرانس) کے شدائد و مصائب کے بعد اٹھارہویں صدی میں مرتب ہوئے، اور جن پر آج جمہوری حکومتوں کا عمل ہے یعنی:

(۱) حکومت جمہور کی ملک ہے، وہ ذاتی یا خاندانی ملک نہیں۔

(۲) تمام اہل ملک ہر قسم کے حقوق و قانون میں مساوی ہیں۔

(۳) رئیس ملک (پریسیڈنٹ) جسکو اسلام کی اصطلاح میں امام یا خلیفہ کہتے ہیں، اُس کا تقرر ملک کے انتخاب و اختیار عام سے ہو، اور اُس کو دیگر باشندگان ملک پر کوئی ترجیح نہ ہو۔

(۴) تمام معاملات ملکی اور امور انتظامی و قانونی ملک کے اہل الرائے اشخاص کے شورہ سے انجام پائیں۔

(۵) بیت المال یا خزانہ ملکی عام ملک کی ملکیت ہو۔ رئیس کو بغیر مشورہ ملک و اہل حل و عقد کے اسپر تصرف کا کوئی حق نہو۔

حکومت جمہور کی ملک ہے۔ وہ ذاتی یا خاندانی ملک نہیں۔

یہ بحث درحقیقت زبدۂ مباحث اور خلاصۂ جمہوریت ہے، اور آیندہ کی تمام بحثیں درحقیقت اسی اصل کی فروع اور متعلقات ہیں۔ اس دعوے کے اثبات کے لیے کہ "اسلام میں حکومت جمہور کی ملک ہے، اور کسی خاص شخص کی ذاتی یا خاندانی ملک نہیں"، بہترین دلیل خود اسی کی زبان ہے۔ قرآن مجید کا یہ حکم ہر شخص کو معلوم ہے:

وشاورھم فی الامر (۱) : امور (۱) حکومت میں اپنے ہی مسلمانوں سے مشورہ لے لیا کرو۔ (۳ - ۱۵۳)

دوسری جگہ حکومت اسلامیہ کی مدح میں ارشاد فرمایا:

وامرھم شوریٰ بینھم : انکی حکومت باہمی مشورہ سے ہے۔ (۴۲ : ۳۶)

---

(۱) "امر" کے معنی عام مفسرین نے امور جنگ کے لیے ہیں، لیکن وہ شخص جو عہد اول کے لٹریچر سے واقف ہے یقین کرے گا کہ "امر" سے عموماً بر اقتضائے موقع "حکومت وخلافت" مراد لیا گیا ہے۔ احادیث میں بکثرت ایسے مواقع پر لفظ امر اسی معنی میں آیا ہے، مثلاً "من یصلح لھذا الامر" "من یلی ھذا الامر"، "ان ھذا الامر فیکم"، اور بے شمار احادیث صحیحہ میں یہ استعمال و محاورہ موجود ہے۔ اس بنا پر کوئی وجہ نہیں کہ صرف امور جنگ کی تحدید کر دی جائے، اور عہد صحابہ و عہد اول عام امور حکومت وخلافت نہ مراد لیے جائیں، جیسا کہ بعض علما نے مراد لیا ہے۔ یہ تفصیل کے لیے ایک مستقل مضمون کی ضرورت ہے، تاہم میں اُن تمام احادیث کا حوالہ دیتا ہوں جن میں خلافت وحکومت کے مسائل کا ذکر ہے۔ ان کو دیکھیے گا تو اکثر جگہ لفظ "امر" اسی معنی میں ملے گا۔ [illegible] علی الاطلاع باحادیث النبی صلعم۔

ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت میں حکومت کے لیے شورۂ عام کا حکم دیا گیا ہے، اور دوسری آیت میں اس حکم کی تعمیل کی تصدیق کیگئی۔ ان دونوں آیتوں سے چند باتیں ظاہر ہوتی ہیں:

(۱) حکومت اسلامیہ میں شورۂ عام شرط ہے۔

(۲) حکومت کی اضافت عام مسلمانوں کیطرف کیگئی ہے، جس سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حکومت اسلامیہ کسی کی ذاتی ملک نہیں بلکہ جمہور اسلام کی ملک ہے۔

(۳) تیسری بات اس سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا صدر اول میں اسی پر عمل تھا، کیونکہ بغیر تاریخ سے مدد لیے ہوئے، خود قرآن ہم کو بتلاتا ہے کہ "ان کی حکومت باہمی مشورے سے ہے"

قرآن مجید کی ان آیات میں ہمکو اپنے دعوے کے اثبات کے لیے کسی دوسری دلیل کی احتیاج نہیں، لیکن واقعات کے سلسلۂ ترتیب اور اعدائے اسلام کی تسکیت کے لیے ہمکو چند دیگر واقعات کا بھی اضافہ کرنا ہے جس سے اس کا علمی رخ اور زیادہ واضح ہو جائے:

(۱) آں حضرت صلعم نے اور خلفائے راشدین نے اپنا جانشین کسی عزیز یا اپنے بیٹے کو نہیں بنایا۔

(۲) تمام معاملات ضروری میں آں حضرت اور خلفائے راشدین مہاجرین و انصار سے خصوصاً اور عام مسلمانوں سے عموماً مشورہ لیتے تھے۔

(۳) خلفا کا تقرر ہمیشہ مشورۂ عام سے ہوتا تھا۔

(۴) بیت المال عام مسلمانوں کا حق تھا۔ کبھی ذاتی طور پر اس کو صرف میں نہیں لایا گیا، اور اسی لیے اُسکا نام "بیت مال المسلمین" تھا۔ حالانکہ اگر اسلام شخصی حکومت کی بنیاد رکھتا تو ضرور تھا کہ امر مذکورہ، بالکلیہ حکومت اسلامیہ میں مفقود ہوتے۔

الغرض آیات مذکورہ کے علاوہ خلفا کا عام مجمع میں انتخاب، آزادی وحریت کے ساتھ اُن کے احکام واعمال کا انتخاب، آزادی وحریت کے ساتھ اُن کے احکام واعمال کا انتقاد، امور مہمہ میں خلفا کا اہل الرائے اور ارباب حل وعقد سے استشارہ، بیت المال کی شخصی حرمت اور اس کا "خزینۂ عمومیہ" ہونا۔ اس امر کا محکم ترین ثبوت ہے کہ اسلام میں حکومت، جمہور ملک کی طاقت کا نام ہے۔ وہ کوئی شخصی استبداد نہیں۔

تمام اہلِ ملک مراتب حقوق، قانون اور قواعد ملک میں مساوی ہیں

درحقیقت یہ اسلام کی واضح ترین خصوصیت ہے کہ اُس کی نظر میں آقا اور غلام، معزز اور حقیر، چھوٹا اور بڑا، امیر اور فقیر، سب برابر ہیں۔ صہیب وبلال جو آزاد شدہ غلام تھے، سرداران قریش کے پہلو بہ پہلو اُن کا نام ہے۔ اسلام کے سامنے صرف ایک ہی چیز ہے جس سے انسانوں کے باہمی مراتب میں تفریق ہو سکتی ہے، یعنی تقوے اور حسن عمل۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (۴۹ : ۱۴)	تم میں زیادہ معزز وہی ہے جو زیادہ متقی ہے۔

رسول اللہ (صلعم) نے صرف ایک فقرے میں مراتب کی تفریق کر دی:

الکرم : التقوی (ترمذی باب مفاخرت)	بزرگی اور بڑائی، صرف تقوے و حسن عمل سے ہے۔
لیس لاحد علی احد فضل الا بدین و تقوی۔ (مشکوۃ باب مفاخرت)	ایک کو دوسرے پر فضیلت دینی اور تقوے کے سوا اور کوئی حق ترجیح و فضیلت نہیں ہے۔
الناس کلھم بنو آدم و آدم من تراب۔ (مشکوۃ باب مفاخرت)	تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنا تھا، پس سب آپس میں برابر ہیں۔

مساوات قانونی کی اصلی تصویر صرف اسلام کے مرقع ہی میں مل سکتی ہے۔ قانون اسلام کی نگاہ میں حاکم و محکوم اور امام و عامۂ ناس یکساں ہیں۔ کیا اسلام سے پہلے یہ ممکن تھا کہ بادشاہ اپنی رعایا کے مقابلہ میں ایک معمولی آدمی کی طرح عدالت میں حاضر ہو؟ حضرت عمرؓ اور ابی ابن کعب میں ایک معاملہ کی نسبت نزاع ہوئی۔ زید بن ثابت کے ہاں مقدمہ پیش ہوا۔ حضرت عمرؓ جب اُن کے پاس گئے تو انہوں نے تعظیم کے لیے جگہ خالی کر دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ [illegible]

یہ پہلی بے انصافی ہے جو تم نے اس مقدمے میں کی"، یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے۔ (کتاب الخراج)

اسی طرح حضرت امیر جب ایک مقدمہ میں مدعاعلیہ بن کر آئے تو اُن کو مدعی کے برابر کھڑا ہونا پڑا۔ (عقد الفرید)

عہد عباسیہ میں حکومت اسلامی کی خصوصیات بہت کم باقی تھیں، لیکن پھر بھی جب مدینہ کے قلیوں نے خلیفہ منصور پر دار القضا میں دعوے کیا، تو خلیفہ کو تنہا اُن قلیوں کے دوش بدوش قاضی کے سامنے آنا پڑا۔ مامون کے دربار میں اُس کے بیٹے عباس پر ایک بڑھیا نے نالش کی۔ اور شہزادہ عباس کو بر سر دربار بڑھیا کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے مقدمہ کی سماعت کرنی پڑی!

قانون اسلامی میں قریب و بعید کا بھی کوئی امتیاز نہیں، آں حضرت نے صاف فرما دیا:

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول اللہ صلعم واقیموا حدود اللہ علی القریب والبعید ولا تاخذکم فی اللہ لومة لائم (ابن ماجہ کتاب الحدود)	خدا کے حدود یعنی خدا کے مقرر کردہ قوانین و آئین دور و قریب، رشتہ دار و غیر رشتہ دار سب پر یکساں جاری کرو، اور خدا کے معاملہ میں تم ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پروا نہ کرو۔

(۲)

جبلہ بن ایہم الغسانی

جبلہ بن ایہم الغسانی ایک عیسائی شاہزادے نے عہد فاروقی میں اسلام قبول کیا تھا۔ طواف کعبہ کے موقع پر اس کی چادر کا ایک گوشہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آگیا۔ جبلہ نے اس کے منہ پر ایک تھپڑ کھینچ مارا۔ اس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ غصہ سے بیتاب ہو گیا اور حضرت عمرؓ کے پاس آکر شکایت کی۔ آپ نے سنکر کہا کہ تم نے جیسا کیا تھا، ویسی ہی اس کی سزا بھی پالی۔ اس نے کہا:

"ہمارے ساتھ کوئی گستاخی کرے تو اسکی سزا قتل ہے"

مگر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"ہاں، جاہلیت میں ایسا ہی تھا، لیکن اسلام نے شریف و ذلیل اور پست و بلند کو ایک کر دیا"

جبلہ اس ضد میں پھر عیسائی ہو گیا اور روم بھاگ گیا، لیکن خلیفۂ اسلام نے مساوات اسلامی کی قانون شکنی گوارہ نہ کی۔

خود آں حضرت کا اسوۂ حسنہ

مساوات قانونی کو چھوڑ کر اسلام کی عام طرز مساوات پر غور کرنا چاہیے۔ آں حضرت تمام مسلمانوں کے آقا اور سردار تھے تاہم آپ نے

عام مسلمانوں سے اپنے لیے۔ کبھی کوئی زیادہ امتیاز نہیں چاہا۔

ایک سفر میں کھانا پکانے کے لیے صحابہ نے کام تقسیم کر لیے، تو جنگل سے لکڑیاں لانے کی خدمت سرور کائنات نے خود اپنے ذمہ لی!

حضرت انس دس برس خدمت نبوی میں رہے۔ لیکن اُن کا بیان ہے کہ اس مدت طویل میں میں نے جتنی خدمت آپ کی کی، اُس سے زیادہ آپ نے میری کی۔ مساوات کا یہ عالم تھا کہ "ما قال لی شئ لما فعلت؟" یعنی جھڑکنا، کام لینا یا جھڑکی دینا تو بڑی بات ہے، کبھی آپ نے اتنا بھی نہ کیا کہ فلاں کام یوں سے یوں کیوں کیا؟

غلام اور آقا

ایک صحابی نے اپنے غلام کو مارا تو آپ نے فرمایا:

"یہ تمہارے بھائی ہیں، جنکو خدا نے تمہارے ہاتھ میں دیا ہے جو خود کھاؤ۔ وہ اُنکو کھلاؤ، جو خود پہنو، وہ اُن کو پہناؤ"

اسلام نے نہایت شدت کے ساتھ اس سے روکا کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو، خواہ وہ کیسا ہی ادنےٰ درجہ کا کیوں نہ سمجھا جاتا ہو، "غلام" اور "باندی" کہے کیونکہ سب خدا ہی کے غلام ہیں۔ اسیطرح غلاموں کو فرمایا کہ اپنے مربیوں کو "آقا" نہ کہیں کیونکہ مساوات اسلامی میں اس سے فرق آتا ہے۔

ایک بار ایک صحابی نے آنحضرت کو ان الفاظ سے خطاب کیا کہ [illegible] آپ نے فرمایا: "مجھ کو آقا نہ کہو۔ آقا تو ایک ہی

ہے ، یعنی خدا ،،

صحابہ کا طرزِ عمل

خلفائے راشدین جو تعلیم اسلامی کے زندہ پیکر تھے ، اُن کا بھی ہمیشہ یہی طرزِ عمل رہا ۔ حضرت عمر اور اُن کا غلام سفر بیت المقدس میں باری باری سے سوار ہوتے تھے ۔ بیت المقدس کے قریب جب پہنچے تو غلام کی باری تھی ۔ غلام نے عرض کیا کہ آپ سوار ہوں کہ شہر نزدیک آ گیا ۔ آپ نے نہ مانا ، اور آخر خلیفۂ اسلام بیت المقدس میں اسی طرح داخل ہوا کہ اُس کے ہاتھ میں اونٹ کی مہار تھی ، اور اونٹ پر اُس کا غلام سوار تھا ! ! حالانکہ یہ وہ وقت تھا ، جب کہ تمام شہر خلیفۂ اسلام کی شان و عظمت کا تماشا دیکھنے کے لیے اُمنڈ آیا تھا ۔ یہ واقعہ مشہور ہے تفصیل کی ضرورت نہیں ۔

واقعہ اجنادین میں رومی سپہ سالار نے ایک جاسوس مسلمانوں کے دریافت حال کے لیے لشکر اسلام میں بھیجا ۔ جاسوس اسلام کے ان سچے نمونوں کو دیکھ کر جب واپس آیا ، تو رومی سپہ سالار سے ایک تحیر کے عالم میں بول اُٹھا :

ھم باللیل رھبان	یہ لوگ راتوں کو استغراق عبادت میں
و بالنھار فرسان	راہب ہوتے ہیں مگر دن کو شہسوار ۔ اگر
لو سرق ابن ملکھم	ان کا شاہزادہ بھی چوری کرے تو ہاتھ
قطعوا ، و ان زنا	کاٹ ڈالیں ، اور اگر زنا کرے تو اُسے بھی
رجموہ	رجم کریں

خالص مسلم کی یہ اصلی تصویر تھی !

مساواتِ قانونی کی ایک مثال وحید

قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی۔ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرنے کے لیے حضرت اسامہ کو آمادہ کیا، جن کو آپ بہت عزیز رکھتے تھے۔ لیکن جب اس واقعہ کے متعلق اسامہ نے آپ سے سفارش کی تو آپ نے لوگوں کو جمع کرکے فرمایا:

انما اهلک الذین قبلکم انهم کانوا اذا سرق فیهم الشریف ترکوه، واذا سرق فیهم الوضیع، اقاموا علیه الحدود۔ ایم اللّٰہ لوان فاطمة بنت محمد سرقت، لقطعت یدها (بخاری الشفاعة فی الحدود)

اے لوگو تم سے پہلے قومیں اس لیے ہلاک ہوگئیں کہ جب اُن میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا (چوری کا ذکر صرف خصوصیت واقعہ کی بنا پر ہے ورنہ اس سے مراد تمام جرائم ہیں) تو لوگ اُس کو چھوڑ دیتے تھے، پر جب کوئی عام آدمی چوری کرتا تو اُس کو سزا دیتے۔ لیکن خدا کی قسم، اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اُس کے ہاتھ بھی ضرور کاٹے جاتے۔

یہ ہے اسلام کی فرماں روائی کی اصلی تصویر، اور یہ ہے وہ مساوات کی حقیقی تعلیم، جس کے ساتھ اعمال نبوت کا اسوۂ حسنہ بھی پیش کردیا گیا تھا۔
یہ سچ ہے کہ انقلاب فرانس نے یورپ کو استبداد و تسلط اور امتیاز افراد سے نجات دلائی، اور اس نے معلوم کیا کہ ہر انسان بلحاظ انسان ہونے

ہونے کے انسان ہے، اگرچہ وہ سر پر تاج، اور ہاتھ میں عصاء حکومت رکھتا ہو۔ لیکن بایں ہمہ آج بھی، جبکہ تمام یورپ سے شخصی فرماں روائی کا جنازہ اُٹھ چکا ہے، جبکہ قانون کی عزت سب سے بالاتر سمجھی جاتی ہے، جبکہ مساوات و آزادی کے غلغلوں سے اس کا گوشہ گوشہ گونج رہا ہے ایک نظیر بھی ایسی پیش کی جا سکتی ہے، جس میں فرماں روائے وقت نے ایسی صاف اور سچّی لفظوں میں مساواتِ انسانی کا اعلان کیا ہو، اور خود اپنے اوپر اس کا نمونہ پیش کرنے کے لیے آمادہ ہو؟

انگلستان میں بادشاہ قانون کا تابع بیان کیا جاتا ہے، اور امریکہ و فرانس میں پریسیڈنٹ ایک عارضی مشورہ فرمائے حکومت سے زیادہ نہیں، لیکن اگر واقعات و نظائر کے جمع کرنے پر متوجہ ہوں تو صدہا واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قانون نے اس دورِ مدنیت و آزادی میں بھی اعلیٰ و ادنےٰ اور بادشاہ و رعایا کا ویسا ہی فرق قائم رکھا ہے، جیسا کہ ہندوستان میں (منو) کے زمانے میں تھا، یا دورِ مظالم کی اُن انسانی پرستش گاہوں کے عہد میں، جن کو آج تاریخ لعنت و نفرین کے ساتھ یاد کرتی ہے!

ہم کو یورپ کی اُن عدالتوں کا نشان دو، جہاں بادشاہ وقت ایک معمولی فردِ رعایا کے دعوے کی جوابدہی کے لیے آ کر کھڑا ہو، کیوں کہ ہم نہ صرف مدینے کی اس سادہ عدالت کدہ مسجد ہی میں، بلکہ دمشق اور بغداد کے پُرشوکت عدالت خانوں میں بھی ایسا ہی دیکھ رہے ہیں۔ ہم کو وہ قانون بتلاؤ جس نے چوری کی سزا سپاہی کے لڑکے کی طرح، بادشاہ کی لڑکی کو بھی

دینی چاہی ہو، کیوں کہ عرب کے اس قادس بادشاہ کا اعلان ہم پڑھ رہے ہیں، جو بادشاہتوں کو مٹانے کے لیے آیا تھا۔

کیا آج بھی قانون عملاً ادنےٰ و اعلےٰ میں تمیز نہیں کرتا؟ کیا کل کی بات نہیں ہے کہ انگلستان میں ایک مدعی کے جواب میں پارلیمنٹ نے اعلان کر دیا تھا کہ بادشاہ عدالت میں حاضر نہیں ہو سکتا؟ اور نہ کوئی اعلےٰ سے اعلیٰ عدالت اس کے نام سمن جاری کر سکتی ہے؟ یہ اعلان ہی نہیں بلکہ قانون ہے، کیوں کہ قانون نے بااین ہمہ ادعا مساوات، بادشاہ کو عدالت کی حاضری سے بری اور مستثنیٰ کر دیا ہے!!

مدعیوں کی جد و جہد کے بعد دنیا کا آج حاصل حریت اس سے زیادہ نہیں، پھر وہ دعوت کیسی مقدس و محترم اور وہ سوید من اللہ ہاتھ کیسا عظیم و جلیل تھا، جس نے چھٹی صدی کی تاریکی میں حقیقی حریت و مساوات انسانی کا چراغ روشن کیا، اور اعلان کر دیا کہ:

"وان فاطمة بنت محمد سرقت قطعت یدها"!

صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم!

خلیفۂ اوّل کا اعلان

اور مساوات کا تخیل عمومی۔

حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کی جو پہلی تقریر کی تھی اس کے حسب ذیل فقرے پڑھو:

وان اقویکم عندی الضعیف تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف

حتی اخذ لہ بحقہ، وان	ہے، یہاں تک کہ میں اُس
اضعفکم عندی القوی،	سے حق وصول کروں۔ اور جو ضعیف
حتی اخذ منہ الحق	ہے وہ قوی ہے، تا آں کہ میں اُس کو
(ابن سعد ج ص ۱۲۹)	اُس کا حق نہ دلوا دوں۔

اس مساوات کی تعلیم نے پیروان اسلام کے قلب و دماغ کو حریت و مساوات کی تخیل سے لبریز کر دیا تھا۔ فارس کی لڑائی میں جب مغیرہ بن شعبہ ایرانی سپہ سالار کے پاس سفیر بن کر گئے، اور تخت پر اُس کے برابر بیٹھ گئے، تو درباریوں نے بے سو ادب دیکھ کر تخت سے اُتار دیا تھا۔ اِس پر اُن کے منہ سے کس بیباکی کے ساتھ یہ الفاظ نکلے ہیں:

انا نحن معشر العرب	ہم مسلمانوں میں تو ایک دوسرے
لا یتعبد بعضنا بعضا	کو غلام سمجھنے کا دستور نہیں ہے، یہ
(طبری ص: ۱۰۸۱)	تمہارا کیا حال ہے؟

امتداد زمانہ نے خصوصیات اسلام بہت کچھ مٹا دیئے تاہم اس واقعہ سے کون انکار کر سکتا ہے کہ آج بھی مہذب ترین ممالک میں سیاہ و سپید قومیں اپنی عبادت گاہوں میں ایک دوسرے کے ساتھ صف میں نہیں بیٹھ سکتیں، لیکن مساجد اسلامیہ میں ایک ادنے ترین مسلمان ایک امیر الامرا بلکہ شاہ افغانستان کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہوتا ہے، اور کوئی اُس کو اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتا۔ کیا ان تعلیمات و واقعات کے بعد بھی کہا جا سکتا ہے کہ اسلام میں مساوات نہیں؟ اور اس بارے میں وہ آج یورپ سے درس حریت

لینے کا محتاج ہے؟

نظام جمہوری کا تیسرا رکن

امام یا خلیفہ کا تقرر انتخاب عام سے ہو، اور دوسروں پر حقوق میں اس کو کوئی ترجیح نہ ہو۔

اس بحث کو ہم دو حصوں میں بیان کریں گے:

(۱) تاریخ شاہد ہے کہ خلفائے راشدین میں سے کسی کا تقرر بہ حق وراثت یا بہ استبداد رائے نہیں ہوا بلکہ مجمع عام میں مہاجرین و انصار کی کثرت رائے سے (جو بمنزلہ ارکان خاص تھے) اور عام مسلمانوں کے قبول سے ہوا (جو بمنزلہ ارکان عام تھے) حضرت ابوبکر کا انتخاب نشستگاہ بنو ساعدہ میں حضرت عمر کی تحریک، مہاجرین و انصار کی تائید، اور عامۂ مسلمین کی پسندیدگی سے ہوا۔ حضرت عمر کا انتخاب حضرت ابوبکر کی تحریک مہاجرین و انصار و عامۂ مسلمین کی تائید و قبول سے ہوا۔ حضرت عثمان کو عبدالرحمن بن عوف وغیرہ کی ایک مجلس نیابی کے انتخاب اور عام اہل مدینہ کے مشورہ سے خلیفہ بنایا گیا۔ اسی طرح حضرت امیر اہل مصر و اہل مدینہ کی تجویز و قبول سے خلیفہ منتخب ہوئے۔

حضرت عمر نے تو صاف فرما دیا "لاخلافۃ الا عن مشورۃ"

(کنز العمال ج ۳ ص ۱۲۹) یعنی خلافت صرف عام مشورہ سے طے ہو سکتی ہے، شریعت میں اس کے تعین کا اور کوئی ذریعہ نہیں

واقعہ تحکیم میں حضرت امیر علیہ السلام اور امیر معاویہ کی معزولی میں

بھی قوم ہی کی رائے سے مدد لینی پڑی، گو اس میں امیر معاویہ کے نائب نے
مکر و خدع سے کام لیا تھا، اور قوم کو دھوکا دینا چاہا تھا۔

حضرت امیرؑ کی تصریح

امیر معاویہ نے حضرت امیر علیہ السلام کو لکھا تھا کہ تم کو خلیفہ کس نے
بنایا؟ حضرت جواب میں فرماتے ہیں:

انه بایعنی القوم الذین
بایعوا ابابکر وعمر و
عثمان وعلی ما بایعوھم
علیہ، فلم یکن للشاھد
ان یختار، ولا للغائب ان
یرد، وانما الشوری
للمھاجرین والانصار
فان اجتمعوا علی رجل
وسموہ اماما، کان ذلک
رضی، فان خرج من
امرھم خارج بطعن
او بدعة ردوہ الی ما
خرج منہ، فان ابی قاتلوہ
علی اتباعہ غیر

جس قوم نے ابوبکر و عمر و عثمان کی
بیعت کی تھی، اور جن شرائط پر
بیعت کی تھی، اسی نے، انھی شرائط
پر میری بھی بیعت کی۔ جو مجلس
انتخاب میں موجود ہو اس کو حق نہیں
کہ اپنی رائے پر اڑا رہے، اور جو غیر حاضر
ہو اس کو حق نہیں کہ اپنی غیر حاضری
کی بنا پر انتخاب عام کو رد کر دے۔
حق شوریٰ مہاجرین و انصار
کو ہے، اگر وہ کسی ایک شخص
پر متفق الرائے ہو جائیں اور اس کو امام
مقرر کر دیں تو ان کی یہ رائے رضائے عام پر
دال ہے، پس اگر کوئی ان کی متفق علیہ
رائے سے کسی طعن یا بدعت

سبیل المومنین کے سبب سے علیحدہ ہو تو اُن پر جبر واجب
(نہج البلاغۃ ہوگا کہ جس سے وہ علیحدہ ہوا اُس کے
جلد ۲ ص ۷۔ ۵۰ مصری) قبول پر مجبور کیا جائے۔ اگر وہ اب بھی
نہ مانے تو اجماع رائے مسلمین کی مخالفت کی بنا پر اُس سے
جنگ کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب امیر نے ان چند فقروں میں انتخاب
خلافت جمہوریت کے تمام ارکان کی بہترین تفصیل کر دی ہے، اور
ایسی تفصیل جس سے بہتر تفصیل آج بھی نہیں ہو سکتی۔

یزید کی خلافت سے انکار

امیر معاویہ کے عامل نے جب یزید کی نسبت مدینے میں
خطبہ پڑھا اور کہا خلافت کے لیے امیر المومنین یزید بسنت اسلام
خلیفہ ہوتے ہیں، تو فوراً ایک مسلمان نے کھڑے ہو کر علانیہ کہہ دیا
کہ تم جھوٹے ہو۔ اسلام سے اس استبداد اور وراثت کو کیا تعلق؟
یوں کہو کہ وہ شاہان روم و فارس کی طرح بادشاہ ہوتا ہے۔ یہ واقعہ
تمام تاریخوں میں موجود اور مشہور ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی رئیس کا تقرر اگر بہ شکل
انتخاب نہ ہو تو وہ مسلمانوں کے نزدیک امام اسلام نہیں ہو سکتا تھا۔
بالجبر دکھلاوے اسلام سمجھا جاتا تھا۔ آں حضرت نے اپنی مشہور حدیث
میں اسی قسم کی حکومت کو "بادشاہ عضوض" فرمایا ہے۔ اسی لیے

حضرت عمر نے انتقال کے وقت اعلان فرمادیا کہ میرے بیٹے عبداللہ کا خلافت میں کوئی حصہ نہیں۔

بنو امیہ

خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کا دور فتن و بدعات شروع ہوتا ہے، جنھوں نے نظام حکومت اسلامی کی بنیادیں متزلزل کردیں۔ تاہم جب انھی میں قامع بدعت، محی السنۃ، حضرت عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے، تو گو حسب ((ولایت عہد))، سلیمان بن عبدالملک نے انھیں اپنا جانشین مقرر کردیا تھا، تاہم چونکہ از روئے شریعت اسلام کسی امام کے نصب کیلیے اسقدر کافی نہ تھا، اس لیے انھوں نے مسجد عام میں فرمادیا: مسلمانو! چونکہ از روئے اسلام تمھارے انتخاب عام سے میرا تعین نہیں ہوا، اس لیے میں خلیفہ نہیں ہوں۔ تمھیں حق ہے کہ میرے سوا کسی اور کا انتخاب کرلو۔ ان کے اصل الفاظ یہ تھے:

ایھا الناس انی ابتلیت
بھذا الامر من غیر
رای منی ولا طلبۃ ولا
مشورۃ من المسلمین، و
انی قد خلعت ما فی
اعناقکم من بیعتی
فاختاروا لانفسکم غیری

لوگو! میں اپنی رائے اور خواہش اور
مسلمانوں کے عام مشورہ کے بغیر امارت
کے عذاب میں مبتلا ہوگیا ہوں، اس لیے
میں تم کو اپنی بیعت کے بارے سبکدوش
کردیتا ہوں۔ اب تم اپنی رائے
میں بالکل مختار ہو۔ میرے سوا جسکو
چاہو اپنا امام بنالو۔

طریق بیعت بقیۂ شوریٰ ہے

جسطرح ارتقائے انسانی کے بعد بھی گذشتہ اعضائے اثریہ کا
وجود باقی رہ گیا ہے، بعینہٖ اسیطرح گو بعض اسلامی حکومتوں سے خصوصیات
حکومت اسلامیہ ایک ایک کر کے رخصت ہو گئیں تاہم گذشتہ طرز حکومت کے بعض اعضائے
اثریہ کا وجود اب تک باقی ہے۔ میری مراد اس سے "بیعت" ہے۔ بیعت کے یہ معنی ہیں کہ تمام افراد ملک
اپنے اپنے حکام شہر کے دربار میں جمع ہو کر بادشاہ وقت کی حکومت تسلیم کرنیکا اقرار
کریں، اور دارالحکومت میں بھی عہدہ داران کبار مثلاً وزرا، سرداران فوج،
قضاۃ، امراء حکام، اور اعیان بلدہ بادشاہ کے حضور میں آکر اعتراف حکومت
و وعدۂ اطاعت کریں۔ دولت امویہ، دولت عباسیہ، اور تمام اسلامی
سلطنتوں میں ہمیشہ اس پر عمل رہا۔ ہندوستان کی دولت مغلیہ کی تاریخ اس پر
شاہد ہے۔ اور ترکی میں ہر نئے سلطان کی تخت نشینی کے بعد اولین دربار بیعت
کا ہوتا ہے۔

فقہاء و متکلمین

فقہاء و متکلمین اسلام نے "امامت و حکومت" کی جو شرطیں
قرار دی ہیں، اُن سے بھی مسئلہ "انتخاب امام" پر روشنی پڑتی ہے۔ گو انہوں
نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف حضرت ابوبکرؓ کے طریق انتخاب کو اصول
قرار دے کر لکھا ہے، تاہم انتخاب اور شوریٰ کو اصول اسلامی
تسلیم کرتے ہیں۔

قاضی "ماوردی" المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

الامامة تنعقد بوجهین: احدهما باختیار اهل الحل والعقد، والثانی بعهد الامام من قبل۔ (الاحکام السلطانیه ص ۵۔ مصر)

خلافت چند طریقوں سے منعقد ہوتی ہے: ایک تو ملک کے اہل الرائے اشخاص کے انتخاب سے، دوسرے اس سے کہ امام سابق خود کسی کا نام متعین کر دے۔

علامہ " تفتازانی " شرح مقاصد میں لکھتے ہیں:

وتنعقد الامامة بطرق: احدها بیعة اهل الحل والعقد من العلماء والرؤساء ووجوه الناس۔ (بحث امامت)

خلافت چند طریقوں سے منعقد ہوتی ہے: ایک یہ کہ معززین قوم رؤسائ اور علما وغیرہ اہل الرائے اشخاص بیعت کریں۔

سید سند اور قاضی عضدالدین مواقف و شرح مواقف میں جو عقائد اہلسنت کی موثق ترین تصنیف ہے، لکھتے ہیں۔

وانها (الامامة) تثبت بالنص من الرسول ومن الامام السابق بالاجماع وتثبت ایضا ببیعة اهل الحل والعقد عند اهل السنة والجماعة والمعتزلة والصالحیة من الزیدیة (ص ۶۰۶)

خلافت، رسول اور امام سابق کی تعیین سے اجماعاً، اور اہل حل و عقد ملک کی بیعت سے منعقد ہوتی ہے۔ اہل سنت وجماعت، معتزلہ، اور صالحیہ زیدیہ کے نزدیک ایسا ہی ہے۔

دوسری جگہ اسی کتاب میں مذکور ہے:

وللامة خلع الامام وعزله بسبب يوجبه مثل ان يوجد منه ما يوجب اختلال احوال المسلمين وانتكاس امور الدين كما كان لهم نصبه واقامته لانتظامها واعلائها وان ادى خلعه الى الفتنة احتمل ادنى المضرتين (ص ۲۰۷)

”قوم کو حق حاصل ہے کہ کسی سبب سے خلیفہ کو معزول کر دے۔ مثلاً اس سبب سے کہ مسلمانوں کے حالات اور امور دین کے انتظامات و تدابیر اس کے باعث خلل پذیر ہو جائیں، جس طرح کہ اس کو خلیفے کے تقرر و انتخاب کا حق امور اسلامیہ کے انتظام و ترقی کے لیے تھا، اسی طرح معزولی کا بھی ہے۔ اور اس کی معزولی سے فتنہ برپا ہو تو پھر معزولی اور خلل احوال مسلمین ان دونوں میں سے جس کا ضرر کم ہو، اسکو برداشت کر لیا جائے گا۔

عام کتب عقائد موجودہ اور نظام حکومت اسلامیہ

یہ موقع نہیں کہ ان تصریحات متکلمین و اصحاب عقائد کی نسبت زیادہ بحث کی جائے، تاہم چند اشارات ضروری ہیں:

(۱) کتب کلام و عقائد میں اصل اصول شوریٰ، و اجماع امت، و انتخاب امام، و عدم تغلب و تعین شخصی کو صاف طور پر لکھا ہے، اور گو اس سے ان کا مقصد نظام حکومت اسلامیہ کی تعبیر نہ تھا بلکہ زیادہ تر فریقانہ بحث و جدل اور خلافت راشدہ کا اثبات، تاہم اصول شوریٰ و جمہوریت کے

اکثر مباحث اس کے ضمن میں آگئے۔

لیکن اس میں شک نہیں کہ جس اہمیت و وسعت کیسا تھ اس مسئلے کو کتب عقائد و کلام اور جمیع مدونات اسلامیہ میں ہونا چاہیے تھا، اور ایک ایسے اصولی اور بنیادی مسئلہ کے لیے جس توجہ و اعتنا کی ضرورت تھی، اگر اسکو پیش نظر رکھیے، تو نہایت درد و افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جو لکھا گیا وہ کافی نہیں، اور جس نظر اہمیت کا وہ مستحق تھا، اس نظر سے عام طور پر ائمہ اسفار و اساطین قوم نے اُسے نہ دیکھا۔

لیکن اس اغماض سے نفس مسئلہ کی اہمیت کی تضعیف صحیح نہ ہوگی، بلکہ دراصل یہ حالت بھی مثل اور بہت سی حالتوں کے، نتیجہ ہے بنی اُمیہ کے اس تسلط اور احاطۂ مستبدہ کا، جس کے اثر سے ہمارے ہر فن کا لٹریچر متأثر ہوا اور بدقسمتی سے عقائد و کلام کے تو بہت سے گوشے ہیں، جن سے اس کی صدائے بازگشت آجتک آرہی ہے۔ بنی اُمیہ کی سب سے پہلی بدعت، اور اسلام و مسلمین پر ان کا اولین ظلم یہ تھا، کہ نظام حکومت اسلامیہ کا تختہ یکسر اُلٹ دیا، اور خلافت راشدہ جمہوریہ صحیحہ کی جگہ مستبدہ و ملک عضوض کی بنیاد ڈالی۔ یہ انقلاب بہت شدید تھا، اور بہت مشکل تھا کہ ملک کو اس پر راضی کیا جائے۔ صحابۂ کرام ابھی موجود تھے، اور خلافت راشدہ کے واقعات بچے بچے کی زبان پر تھے، اس لیے اس احساسِ سلاحی کو مٹانے کے لیے تلوار سے کام لیا گیا، اور جس

نے قوت حق و معروف سے زبان کھولی، اس کو زور شمشیر و خنجر سے چپ کرایا گیا۔ رفتہ رفتہ احساس منقلب، اور خیالات پلٹنے لگے، اور حقیقت روز بہ روز مستور و محجوب ہوتی گئی۔

ان کے بعد بنی عباس آئے۔ اس میدان میں یہ بھی ان کے دوش بدوش تھے۔ تصنیف و تالیف اور تدوین علوم اسلامیہ کا عروج ہوا تو وہ اثر بھی موجود تھا، اور کام کر رہا تھا۔ یہ جو امام اور خلیفہ کے حق خلافت کے لیے فسق و معصیت کو بھی مضر نہیں سمجھتے، تو یہ کتاب و سنت کا اثر تو نہیں ہو سکتا، جو "واجعلنا من المتقین اماما" کی دعا تلقین کرتا ہے؟ پھر اگر یزید اور ولید کی خلافت کی صحت منوانا اس سے مقصود نہ تھا تو اور کیا تھا؟

(۱) ان تصریحات میں تم دیکھتے ہو کہ انتخاب خلیفہ کے لیے انتخاب عام و مشورۂ اہل حل و عقد کے ساتھ خلیفہ سابق کی تعیین کو بھی ایک شکل صحیح قرار دیا ہے۔ دراصل اسمیں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے انتخاب کی مثال پیش نظر ہے۔ لیکن غور سے دیکھئے تو حضرت عمر کے لیے گو حضرت ابوبکر نے تحریک کی لیکن اس پر تمام ارباب حل و عقد، اور پھر عامۂ مسلمین نے پسندیدگی کا اظہار کیا، اس لیے وہ بھی تعیین شخصی نہیں، بلکہ بمنزلہ انتخاب عام کے تھا۔

اس بنا پر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اسلام نے سوا انتخاب عام کے اور کوئی صورت تعیین خلفا یا ولی عہدی وغیرہ کی قرار نہیں دی ہے، اور اس لیے کتب عقائد کی تقسیم و تعدد طرق نصب امام بالکل غیر ضروری ہے۔

حضرات امامیہ گو امامت و خلافت کیلیے اجماع امت نہیں تسلیم کرتے

تاہم اُن کا ایک فرقہ (جارودیہ زیدیہ) حق امامت کو آل حسن و حسین صلوٰۃ اللہ علیہما میں محدود قرار دینے کے باوجود بھی آل طاہرین میں سے ایک کا انتخاب جماعۃ شوریٰ کرتا ہے۔

ان تشریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام میں جمہوریت کا جزء اعظم یعنی مسئلہ انتخاب مفقود ہے؟

الحریۃ فی الاسلام

نظام حکومت اسلامیہ

وامرھم شوریٰ بینھم (۴۲:۳۶)

(۳)

دوسری بحث

مساوات حقوق و مال

یہاں تک اس بحث کا پہلا ٹکڑا تھا، اب ہم دوسرے ٹکڑے پر نظر ڈالتے ہیں۔

اسلام میں خلفا کو عزت و احترام دینی کے علاوہ حقوق انتظامی و مالی میں کوئی تفوق و ترجیح نہ تھی، تاریخ اسلام کا یہ ایک مشہور و مسلم واقعہ ہے، اور اس کے ثبوت کے لیے تواتر عمل کافی ہے۔ تاہم سلسلۂ بیان کے لیے چند اشارات کیے جائیں گے۔

انک لعلی خلق عظیم !

گزشتہ صفحات میں ظاہر کیا جا چکا ہے کہ آں حضرت صلعم کا عام

مسلمانوں کے ساتھ طرزِ عمل کیسا تھا؟ اور کس شاہانہ حیثیت سے وہ تمام مسلمانوں سے ملتے تھے؟ سیرت نبوی کے بے شمار واقعات میں سے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو اس مساوات سے مستثنیٰ ہو۔ آپ ہمیشہ لوگوں میں اسقدر رل مل کر بیٹھتے تھے جیسے اوس مجلس کا ایک عام ممبر، اور ہمیشہ فرماتے: ''خدایا میں غریب ہوں۔ مجھ کو غریبوں میں زندہ رکھ، اور غریبوں ہی کے زمرے میں اٹھا'' کھانے کے وقت آپ اس طرح بیٹھتے، جسطرح ایک معمولی غلام، اور پھر فرطِ انکسار سے فرماتے: ''میں خدا کا غلام ہوں۔ اُسی طرح کھاتا ہوں جسطرح ایک غلام کھاتا ہے''

اللہ اکبر!

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل!
مقام اُس برزخ کبریٰ میں تھا حرفِ مشدد کا!

خلیفۂ اسلام کے اختیارات

حضرت ابوبکرؓ نے اول خلافت میں جو سب سے پہلی تقریر کی اُس کے بعض فقرے یہ ہیں:

ایھا الناس! قد ولیت امرکم ولست بخیرکم۔	لوگو! میں تمہارا خلیفہ مقرر ہوا ہوں گو میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔
ایھا الناس! انا متبع ولست بمبتدع، فان احسنت فاعینونی، وان زغت فقوّمونی۔	لوگو! میں پیروی کرنے والا ہوں، کوئی نئی بات کرنے والا نہیں ہوں۔ اگر میں ٹھیک کام کروں تو مجھے مدد دو، اور اگر میں کج ہو جاؤں تو مجھے

(ابن سعد ج ۳ ص ۱۲۹) سیدھا کردو ! !

فتح شام کے بعد ایک مجلس شوریٰ میں ایک مسئلہ کی نسبت جب اختلاف آراء ہوا، تو حضرت عمر فاروق نے ایک طویل خطبہ دیا۔ اس کے چند الفاظ یہ ہیں :-

فانی واحد... کاحدکم ولست ارید ان تتبعوا هذا الذی هوای - (کتاب الخراج قاضی ابو یوسف ص ۱۵)

کیوں کہ میں بھی تم سے ایک کے برابر ہوں . . . میرا منشا یہ نہیں کہ میں جو چاہتا ہوں اس کو تم بھی مان لو !

کاحدکم کے لفظ پر غور کرو ! آجکل اکثر ملکوں پریسیڈنٹ کی رائے دو ووٹوں کے برابر ہوتی ہے ، یا اس کو حق ویٹو حاصل ہوتا ہے ، لیکن حضرت فاروق نے صاف کہہ دیا گو میں خلیفۂ وقت ہوں ، تاہم میری رائے تمام اعضاء شوریٰ کے کیطرح صرف ایک ووٹ ہی کا حکم رکھتی ہے۔ اس سے زائد نہیں -

اس سے پہلے حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ " انما متبع ولست بمبتدع " یعنے اسلامی فرماں روا اس سے زیادہ کوئی درجہ نہیں رکھتا کہ وہ احکام کتاب و سنت کو ظاہر کرے اور اُن کے عمل درآمد کے لیے بمنزلہ ایک محتسب کے ہو۔ خود اس کو کوئی رائے دینے کا حق نہیں -

کیا آج یورپ کی بہتر سے بہتر جمہوریت میں کوئی اس کی نظیر مل سکتی ہے ؟ فتدبروا وتفکروا یا اولی الالباب !

خلیفۂ وقت کے مصارف

شخصی حکمرانی کا سب سے زیادہ اور مکروہ منظر یہ ہے کہ قوم اور ملک کی دولت صرف ایک فردِ واحد کے آرام و تعیش کا ذریعہ ہوتی ہے، اور جبکہ اللہ کے ہزاروں بندوں کو زندہ رہنے کے لیے بدتر سے بدتر غذا بھی میسر نہیں آتی، تو وہ سونے کے تخت پر لعل و جواہر کے دانوں سے کھیلتا ہے!

پس جمہوریتِ صحیحہ کا ایک نہایت اہم رکن یہ ہونا چاہیے کہ حصولِ عزوجاہ اور خرچِ مال و دولت کے لحاظ سے عام رعایا اور والیِ ملک کا درجہ ایک کر دیا جائے اور کوئی ممتاز اور فوق العادۃ حق اسے حصولِ مال و تسلطِ خزینہ کا نہ دیا جائے۔

اگر یہ سچ ہے تو دنیا کو رونا چاہیے کہ اب تک اُسکی بدبختی ختم نہیں ہوئی۔ وہ حریت و مساوات کے نعرے جو تمدن کی فضا کو ہمیشہ طوفانی رکھتے ہیں، افسوس کہ ابھی اصلیت و حقیقت کے حصول کے محتاج ہیں، انسانی آزادی کا وہ فرشتہ جس کی نسبت کیا جاتا ہے کہ "انقلابِ فرانس" کے پروں سے زمین پر اُترا، گو بہت حسین ہے، مگر پورا کامیاب نہیں۔ آج بھی یورپ کو حریت کا سبق لینے کی ضرورت ہے۔ آج بھی وہ درسِ مساوات کا محتاج ہے۔ آج بھی اُسے مضطرب ہونا چاہیے، تاکہ نوعِ انسانی کے احترام کے معمہ کو حل کرے، اور خدا کے یکساں اور ہم درجہ بندوں کو تفریقِ امتیازِ دنیوی کی لعنت سے چھڑانے کی معرفت حاصل کرے۔

یہ سب کچھ اُسے اسلام ہی سکھا سکتا ہے، وہ کل کی تاریکی

کی طرح آج کی روشنی میں بھی اُس کا محتاج ہے۔ کیوں کہ "انسانی مسئلہ" کے حل کی روشنی صرف اسی کے پاس ہے؟

یورپ کہتا ہے کہ مساوات اور حرّیت کا وہ معلم ہے۔ ہم اسکو سچ مان لیتے ہیں، لیکن پھر یہ کیا ہے، جو ابتک بادشاہوں کے سروں پر نظر آتا ہے؟ یہ کس کی دولت ہے، جو تاج شاہی کے ہیروں میں دفن کیجاتی ہے؟

وہ سر بفلک عمارتیں، وہ عظیم الشان محل و ایوان، وہ انسانی ترقی کے بہتر سے بہتر وسائل تعیش، اور ذرائع آرام و راحت جو آج بھی اُس کے بادشاہوں اور پریسیڈنٹوں کے لیے لازمی سمجھے جاتے ہیں، کہاں سے آتے ہیں، اور کس کا خون ہے، جس کے قطروں سے عظمت و کبریائی کی یہ چادر رنگی جاتی ہے؟

ادبیات

اسلام کا نظام حکومت

جب ولی عہد ہوا تخت حکومت کا (یزید)
عامل یثرب و بطحا کو یہ پہنچے احکام:
"کہ ولی عہد کا بھی اب سے پڑھے نام ضرور
خطبہ پڑھتا ہے حریم نبوی میں جو امام"

وقت آیا تو چڑھا پایۂ منبر پہ خطیب
اور کہا یہ کہ "یزید اب ہے امیر الاسلام
یہ نئی بات نہیں ہے، کہ ابوبکر و عمر
جانشیں کر گئے، جب موت کا پہنچا پیغام

اُٹھ کے فرزند ابوبکر نے فوراً یہ کہا: / سر بسر کذب ہے یہ، ہے یہ خلاف نسل لغام!

جھوٹ ہے یہ، کہ یہ ہے سنت بوبکر و عمر / ہاں مگر قیصر و کسریٰ کی ہے یہ سنت عام

اپنے بیٹے کو بنایا تھا خلیفہ کس نے؟ / ایسی بدعت کا نہیں مذہب اسلام میں نام

یہ طریقہ متوارث ہو تو کفار میں ہے / ورنہ اسلام ہے اک مجلس شوریٰ کا نظام

شان اسلام ہے شخصیت ذاتی سے بعید / شرع میں سلطنت خاص ہے ممنوع و حرام

اس سے بھی قطع نظر نسل عرب ہیں یہ لوگ / وہ کوئی اور ہیں رہتے ہیں جو شاہوں کے غلام!

(شبلی نعمانی)

اگر یورپ نے مساوات انسانی کا راز پالیا ہے۔ تو پھر اب تک بادشاہ و رعیت کے حقوق و امتیازات میں یہ فرق کیوں ہے؟

یورپ کی مساوات یہ ہے کہ بادشاہ کے ہاتھ سے مطلق العنانی کی باگ چھین لے، مگر اسلام صرف اتنے ہی کو کافی نہیں سمجھتا۔ بلکہ وہ اُن کے سر دن پر سے تاج، اور اُن کے نیچے سے تخت بھی کھینچ کر اُلٹ دینا چاہتا ہے۔ کیوں کہ وہ کسی انسان کو خلیفۂ وقت ہونے کی بنا پر یہ حق دینا جائز نہیں رکھتا کہ لاکھوں انسانوں کے سر پر ٹوپیاں ہوں، مگر اُس کا ایک سر ہیروں اور موتیوں سے لیا جائے!

مدینے کا وہ قدوس بادشاہ چٹائی پر سوتا تھا، اور اُس کے جسم مبارک پر داغ پڑ جاتے تھے۔ اُس کے جانشین عین اُسوقت، جب کہ روم و عجم کے تخت اُلٹنے کے لیے حکم دینے والے تھے، پھٹے کملوں کو جسم پر رکھتے تھے،

اور پتوں کی جھونپڑی کے نیچے سوتے تھے !!

آج یورپ کے بادشاہوں کی تنخواہوں پر نظر ڈالو، جو ملک کا خزانہ بیدریغ ان پر لٹا رہا ہے۔

شاہ انگلستان کی تنخواہ

جیب خرچ	١١٠٠٠٠	پاونڈ	سالانہ
ملازموں کی تنخواہ	١٢٥٨٠٠	رر	رر
گھر کا خرچ	١٩٣٠٠٠	رر	رر
محلات شاہی کی آرائش کے لیے	٢٠٠٠٠	رر	رر
انعامات وخیرات کے لیے	١٣٢٠٠	رر	رر
متفرق اخراجات	٨٠٠	رر	رر
میزان کل	٤٧٠٠٠٠	رر	رر
بحساب روپیہ	٧٠٥٠٠٠٠	روپیہ	رر

اس میں شاہزادہ ویلز کے ٣٠ لاکھ، اور دیگر شاہزادوں کی رقوم شامل نہیں ہیں۔ ٧٠ لاکھ ٥٠ ہزار روپیہ صرف بادشاہ کی ذات خاص کے لیے ہے !!

شہنشاہ جرمنی

مجموعی رقم ماہوار بحساب روپیہ ٩٠٠٠٠٠٠

[illegible] کے ہمسائے دو بڑے بادشاہوں کی تنخواہیں درج

اب ذرا دیکھو کہ اسلام نے مسلمانوں کے بادشاہ کے لیے کیا تنخواہ رکھی ہے؟ اور خود ان کا مطالبہ اپنی تنخواہ کی نسبت کیا تھا؟

خلیفۂ اسلام کے مصارف

حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر خود ہی اپنے مصارف تبلا دیے:

اخبرکم بما یستحل لی	میں خود بتلاتا ہوں کہ بیت المال سے
منہ حلتان: حلۃ	مجھے کتنا لینا جائز ہے؟ دو جوڑے
فی الشتاء وحلۃ	کپڑے۔ ایک جاڑے کے لیے اور ایک
فی القیظ، وما احج علیہ	گرمی کا۔ ایک سواری جس پر حج اور
واعتمر من الظھر۔ وقوتی	عمرہ ادا کروں، اور قریش کے ایک
وقوت اھلی کقوت رجل	متوسط الحال آدمی کے اخراجات
من قریش لیس باغناھم	طعام کے برابر اپنے اور اپنے
ولا بافقرھم۔ ثم انا بعد	اہل وعیال کے لیے اخراجات طعام۔
رجل من المسلمین	اس کے بعد میں ایک ادنے مسلمان
یصیبنی ما اصابھم۔ (ابن	ہوں، جو اُن کا حال ہے وہی میرا
سعد ج ۳ ص ۱۹۸)	حال ہے۔

حضرت معاذؓ کی تصریح اور خلافت اسلامی کی اصلی تصویر

معاذ بن جبل ایک بڑے پایہ کے صحابی ہیں۔ روم کے دربار میں سفیر بنکر گئے تھے۔ رومی سرداروں نے قیصر کے جاہ وجلال اور اعزاز واختیارات

سے اُن کو مرعوب کرنا چاہا۔ یہاں مسلمانوں پر دوسرا ہی رنگ چھایا ہوا تھا۔ جن کے دلوں میں جلالِ خداوندی کا نشیمن ہو، اُن کی نظروں میں اس طلسم زخارف دنیوی کی کیا وقعت ہو سکتی ہے؟ حضرت معاذ نے امیر عرب کے اختیارات کی جن الفاظ میں تصویر کھینچی، وہ حسب ذیل ہے:

وامیرنا رجل منا، ان عمل فینا بکتاب دیننا وسنة نبینا اقررناه علینا وان عمل بغیر ذلک عزلناه عنا وان هو سرق قطعنا یده، وان زنا جلدناه، وان شتم رجلا منا شتمه بما شتمه، وان جرحه اقاده من نفسه، ولا یحتجب منا، ولا یتکبر علینا، ولا یستاثر علینا فی فیئنا الذی افاءه الله علینا، وهو کرجل منا۔ (فتوح الشام ازدی ص۔ ۱۰۵ کلکتہ)

ہمارا خلیفہ ہم میں کا ایک فرد ہے، اگر ہمارے مذہب کی کتاب اور ہمارے پیغمبر کے طریقہ کی پیروی کرے تو ہم اُس کو اپنا خلیفہ باقی رکھیں، ورنہ اُس کو معزول کر دیں اگر وہ سرقہ کرے تو اُس کے ہاتھ کاٹ ڈالیں، اگر زنا کرے تو اُس کو سنگسار کر دیں، اگر وہ ہم میں سے کسی کو گالی دے تو وہ بھی برابر کی گالی دے۔ اگر وہ کسی کو زخمی کرے تو اُس کا بدلہ دینا پڑے، وہ ہم سے چھپ کر قصر و ایوان میں نہیں بیٹھتا، وہ ہم سے غرور و تکبر نہیں کرتا، وہ تقسیم غنیمت میں اپنے کو ہم پر ترجیح نہیں دیتا، وہ ہم میں ایک معمولی آدمی کا رتبہ رکھتا ہے، اور بس،،

ان الفاظ کو غور سے پڑھو۔ کیا اس سے واضح تر، اس سے روشن تر، اس سے صحیح تر، اس سے موثر تر الفاظ میں جمہوریت کی حقیقت ظاہر کی جا سکتی ہے؟ کیا حکومت عام کی اس سے بہتر نوعیت ہو سکتی ہے؟ کیا مساوات نوعی اور اور عدم تفوق و ترجیح افراد کی اس سے بہتر مثال تاریخ عالم پیش کر سکتی ہے؟ اللہ ہی ہم سے انصاف کرے، جنھوں نے اسلام کی اس مقدس تصویر مساوات کو اپنے کثافت اغراض و نفس سے ملوث کر دیا اور اس کی بڑھتی ہوئی قوتیں عین نمو و عروج میں پامال مفاسد و استبداد ہو کر رہ گئیں! ضلوا فاضلوا فویل لھم ولاتباعھم!

اللہ اللہ! آج دنیا کی ایک وہ قومیں ہیں، جن کے پاس کچھ نہ تھا پر آج انھوں نے حاصل کیا، اور ایک ہم ہیں کہ خزانے کے خزانے لے کر آئے تھے۔ مگر آج سوائے ذکر عیش کے خود عیش کا کہیں وجود نہیں!!

آیندہ و گذشتہ تمنا و حسرت است
یک کاشکے بود کہ بصد جا نوشتہ ایم

شرک فی الصفات

کلمات تعظیم و تجلیل کے عجیب و غریب القاب ہیں، جو ملوک و سلاطین کے ناموں کے پہلے نظر آتے ہیں، اور جن کے بغیر ذات شاہانہ کی طرف اشارہ کرنا بھی سوء ادب کی آخیر حد ہے۔ مگر موقع خلافت اسلامیہ میں اُن کی مثال ڈھونڈھنا بیکار ہوگا۔ ایک ادنیٰ مسلمان آتا ہے۔ اور "یا ابا بکر"، اور "یا عمر"، کہکر پکارتا ہے اور وہ خوشی سے جواب دیتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ

جو الفاظ تعظیمی استعمال ہو سکتے ہیں۔ وہ "خلیفہ رسول اللہ" اور "امیر المومنین" ہیں، اور جو مدح نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ امراء و حکام تک بھی انہیں الفاظ سے خلفا کو خطاب کرتے تھے۔

خود آں حضرت (صلعم) کی بھی یہی حالت تھی۔ آپ اپنی نسبت لفظ آقا (سید) تک سننا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک معمولی بدوی آتا تھا اور "یا محمد" کہہ کر خطاب کرتا تھا۔ ایک بار ایک بدوی حاضر ہوا اور ڈرتا ہوا خدمت نبوی میں آ کے بیٹھا۔ آپ نے فرمایا:

"تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ میں اس ماں کا بیٹا ہوں جو قدید (ایک معمولی عربی کھانا) کھاتی تھی (یعنی ایک معمولی عورت کا بیٹا ہوں)"

سبحان اللہ

چہ عظمت دادۂ یارب بخلق آں عظیم الشاں

کہ "انی عبدہٗ" گوید بجائے قول سبحانی

ایک صحابی نے اپنے بیٹے کو خدمت نبوی میں بھیجنا چاہا۔ اس نے باپ سے پوچھا کہ اگر حضور اندر تشریف فرما ہوں تو میں کیونکر آواز دوں گا؟ باپ نے کہا:

"جان پدر! کاشانۂ نبوت دربار قیصر و کسریٰ نہیں ہے۔ حضور کی ذات تجبر و تکبر سے بلند ہے آپ اپنے جاں نثاروں سے ترفع نہیں کرتے"۔

اللھم صل علی افضل الرسل و آلہٖ محمد و علی اشرفہ

المسلمین، واکملهم آله الابرار، واصحابه الاخیار۔

ماضی وحال

یہ حالت تو تاریخ اسلامی کی افضل ترین ہستی سے لے کر اس کے خلفا و جانشین تک کی تھی، لیکن اس کے مقابلے میں آج بادشاہوں اور ریاستوں کو چھوڑ کر، صرف اپنی قوم کے ان لوگوں کو دیکھو، جن کے پاس جائداد کا کوئی حصہ یا چاندی سونے کے کچھ سکے جمع ہو گئے ہیں۔ ان میں بہت سے لوگ دولت کو تمام فضیلتوں کا منبع قرار دیتے ہیں، اور اس لیے لیڈری اور پیشوائی کے بھی مدعی ہیں۔ ان میں بہت سے فراعنہ اور نمارُدہ تم کو ایسے ملیں گے، جن کا نام اگر ان خطابوں سے الگ کرکے زبان سے نکالا جائے، جو ان کے شیطانی خبث غرور نے گھڑ لیے ہیں، یا حکومت کی خوشامد و غلامی کا اصطباغ لیکر حاصل کیے ہیں، تو ان کے چہرے مارے غیظ و غضب کے درندوں کی طرح خونخوار ہو جاتے ہیں، اور چارپایوں کی طرح ہیجان غصہ و غلظت کو روک نہیں سکتے۔

رسول خدا اور ان کے جانشین اپنے تئیں محض ایک متبع کتاب و سنت سمجھتے تھے، اور ایک معمولی باشندۂ مدینہ کے برابر قرار دیتے تھے۔ وہ پکار پکار کہتے تھے کہ میں اسی وقت تک تمھارا امیر ہوں، جب تک حق و شریعت کے مطابق چلوں، اور اگر میں کجروی اختیار کروں تو تم مجھ کو سیدھا کردو۔ پھر آج کل کے ان بدترین نسل فراعنہ سے کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ کیا تمرد اور کیا تمرد درست ہے؟ اگر ان کو خود اپنے لیے اسلام عزیز نہیں تو کیا اپنی قوم کے اسلام کو بھی کفر سے بدل دینا چاہتے ہیں؟

کیا وہ بھول گئے کہ ان کے مخاطب وہ لوگ ہیں، جنہوں نے خلفاء رسول کو اُن کے ناموں سے پکارا، اُن کو بات بات پر ٹوکا، اُن پر سخت سے سخت اعتراض کیے، اُن کو خطبہ دیتے ہوئے روک دیا۔ اور اُس رسول کی امت ہیں، جس نے ایک موقع پر اپنے جاں نثاروں کو اپنی تعظیم کے لیے بھی کھڑے ہونے سے روک دیا تھا، اور فرمایا تھا کہ لاتقوموکالاعاجم ؟،، یعنے عجم کے تاج پرستوں کی طرح میری تعظیم نہ کرو کہ اسلام کی توحید اس سے مبرّا ہے؟ پھر کیا ہے جس نے ان کے نفس کو مغرور کر دیا ہے، اور وہ کونسا ورثہ عظمت و جلال ہے، جو تکبر و غرور کی طرح، ان کو اپنے مورث اعلیٰ فرعون و نمرود سے ملا ہے؟ اگر دولت کا گھمنڈ ہے تو مجھے اس میں شک ہے کہ ان کے پاس جہل کی طرح دولت بھی کثیر ہے۔ اگر اپنے ان پرستاروں اور مصاحبوں کا انھیں غرور ہے، جو غلامی اور دولت پرستی کی غلاظت کے کیڑے ہیں، تو میں یہ باور کرنے کے لیے کوئی وجہ نہیں پاتا کہ وہ دنیا کی مغرور و مستبد پادشاہتوں سے بھی بڑھ کر اپنے غلاموں اور پرستاروں کا حلقہ اپنے ارد گرد رکھتے ہیں۔ بہرحال خواہ کچھ ہو، مگر میری آواز کا ہر سامع آج ان کی قوت اور ناکامی کا پیام پہنچا دے۔ اب انکی تباہی اور بربادی کا آخری وقت آگیا۔ وہ دنیا جس نے بحر احمر میں فرعون اور اُس کے ساتھیوں کو غرق ہوتے دیکھا تھا، اور جو اس طرح کے ان گنت تماشے ہزاروں دیکھ چکی ہے، وقت آگیا ہے کہ ہندوستان کے اندر، بحر حریت و صداقت میں جسکی موجیں نہ صرف نام ہی میں بلکہ حقیقت میں احمر ہوں گی، ان مغرور اور ستمر لیڈروں کے غرق ہونے کا

بھی تماشہ دیکھ لے:

اذا جاء موسیٰ والقی العصا

فقد بطل السحر والساحر!

واستکبر ھو وجنودہ فی الارض بغیر الحق، وظنوا انھم الینا لا یرجعون۔ فاخذناہ وجنودہ فنبذناھم فی الیم، فانظر کیف کان عاقبۃ الظالمین؟ وجعلناھم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیامۃ لا ینصرون (۲۸ : ۴۲)

اور فرعون اور اُس کے لشکر نے زمین پر ظلم و استبداد کے ساتھ بہت گھمنڈ کیا، اور وہ نادان سمجھے کہ مرنے کے بعد گویا انہیں ہماری طرف لوٹنا ہی نہیں ہے! پس ہم نے فرعون اور اُس کے لشکر کو بالآخر اپنے دستِ قدرت سے پکڑ لیا اور سمندر کی موجوں میں پھینک دیا، پھر دیکھو کہ حق سے منحرف ہونے والوں کا کیسا بُرا انجام ہوتا ہے؟ ہم نے فرعونیوں کو انسانوں کی پیشوائی اور لیڈری تو دی تھی، مگر وہ ایسے لیڈر تھے، جو ہدایت اور رہنمائی کی جگہ قوم کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔ قیامت کے دن ان کی پیشوائی کی حقیقت معلوم ہو جائے گی، جبکہ کوئی ان کا مددگار اور حامی نہ ہوگا!!"

الحریۃ فی الاسلام
نظام حکومت اسلامیہ

وامرھم شوریٰ بینھم (۴۲:۳۶)

(۴)

توطیہ مباحث آتیہ

اور مباحث گذشتہ پر ایک اجمالی نظر

(الحریۃ فی الاسلام) کے سلسلے میں تین نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ اب ہمیں بقیہ مباحث کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ لیکن بہتر ہوگا کہ اس سفر کی جتنی منزلیں طے کر چکے ہیں، آگے بڑھنے سے پہلے ایک نظر ان پر بھی ڈال لیں۔

ربط و ترتیب بیان کے لیے ضرور ہے کہ گذشتہ مباحث قارئین کرام کے پیش نظر ہوں۔

(۱)

ہم نے آغاز تحریر میں اس سیاسی انقلاب پر ایک اجمالی نظر ڈالی تھی، جو ظہور اسلام سے عالم انسانیۃ میں طاری ہوا تھا۔ ہم نے اسر و غلامی اور استبداد و حکم ذاتی کی وہ بیڑیاں دیکھی تھیں، جن کے ذریعہ انسانیت کے پاؤں جکڑ دیے

گئے تھے - پھر چھٹی صدی میں عیسوی کے آغاز میں ہم نے اس حریۂ حریت الٰہیہ کو بلند ہوتے ہوئے دیکھا، جو جبل (بوقبیس) کی غاروں میں ڈھالا گیا تھا، مگر اسکی چوٹیوں پر سے چمکا تھا - بالآخر وہ چمکا اور بلند ہوا - اور پھر اس زور و قوت سے اُن بیڑیوں پر گرا کہ "الحکم للہ العلیم الکبیر!" کے ایک ہی ضربۂ بے امان و آہن پاش میں، اُن کے تمام آہنیں حلقے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر گئے، اور خدا کے بندوں کے پاؤں اُسکی طرف دوڑنے کے لیے آزاد ہو گئے!!

وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ وتکون الدین کلہ للہ! (۲: ۱۸۹)

"اور ظالموں سے مقابلہ کرو، یہاں تک کہ اللہ کی سرزمین ظلم و معصیت اور ماسوائے اللہ پرستی کے فتنہ سے پاک ہو جائے، اور شریعت و حکم کا تمام تسلط صرف اللہ ہی کے لیے ہو جائے، کیوں کہ اس کے سوا دُنیا میں حکم و تسلط کسی کو سزاوار نہیں"، وکنتم علی شفا حفرۃ من النار، فانقذکم منھا، کذٰلک یبین اللہ لکم اٰیاتہ لعلکم تھتدون (۳: ۱۰۰) (۱)

---

(۱) یہ آیۂ کریمہ سورۂ عمران کے اس رکوع کی ہے، جس میں خدا تعالیٰ نے ظہور دعوت اسلامی و وجود رحمۃ للعالمین کو اپنا سب سے بڑا احسان و لطف قرار دیا ہے، اور اس نعمت کی قدر و منزلت کی طرف دنیا کو توجہ دلائی ہے - اسی سلسلے میں فرمایا کہ ظہور دعوت اسلامی سے پہلے تم لوگوں کی حالت شدۂ کفر و ضلالت اور اُسر و غلامی سے ایسی تھی، گویا ایک آگ کے گڑھے پر کھڑے تھے، مگر اللہ نے حضرۃ رحمۃ للعالمین بھیج کر تمہیں اس ہلاکت سے بچا لیا - اور اسی طرح وہ تمہارے سامنے اپنی قدرت کی نشانیاں کھولتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ (منہ)

(۲)

اس کے بعد ہم نے موجودہ عہد جمہوریۃ والمنی پر نظر ڈالی اور اس کے نظام واساس کی جستجو و سراغ میں نکلے۔ ہم کو چند اصول بتلائے گئے۔ جن کی تاسیس کا فخر وادّعا موجودہ "عصر منور" کا بنیاد شرف اور اساس امتیاز ہے لیکن ہم نے مڑ کر دیکھا تو تیرہ سو برس کے گذرے ہوئے "دور ظلمت" میں ایک ہاتھ نظر آیا، جو اسی مصباح فروزندہ حریت وجمہوریت ضیاء و نورانیت سے تمام ظلمت کدۂ عالم کی تاریکی کا تنہا مقابلہ کر رہا تھا!

بالآخر وہ فتحیاب ہوا، ظلمت انسانی پر نور الٰہی نے نصرت پائی، اور وہی آفتاب ارشاد و ہدایت ہے، جس سے کسب انوار وتجلیات کر کے آج دنیا کے تمام گوشوں نے اپنے اپنے چراغ روشن کر لیے ہیں۔

یک چراغیست دریں خانہ، کہ از پرتو آں،

ہر کجا می نگری، انجمنے ساختہ اند!!

یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً! (۳۳: ۴۵)

"اے پیغمبر! ہم نے تم کو دنیا کے لیے گواہی دینے والا، سلطنت الٰہی کے قیام کا بشارت دہندہ، ظلم وعصیان کے نتائج سے ڈرانے والا، انسانوں کی غلامی سے بغاوت اور اللہ کی وفاداری کی دعوت دینے والا، اور مختصر یہ کہ ہر طرح کی تاریکیوں کو مٹانے کے لیے ایک روشن اور منور چراغ بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا!"

وہ چراغ جو انسانی ہاتھوں سے بلند کیے گئے ہیں، بجھ سکتے ہیں، کیونکہ خود انسان کے چراغ حیات کو قرار نہیں۔ پر جو "سراج منیر" اللہ کے مقتدر و غیر فانی ہاتھوں سے روشن ہوا ہے، اس کی نورانیت کے لیے کبھی اطفا و زوال نہیں ہو سکتا:-

اللہ نور السماوات والارض	اللہ ہی کی لازوال روشنی سے آسمان
مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا	و زمین کی روشنی ہے۔ اس کے نور
مصباح (۲۴ : ۳۵)	(ہدایت نبوت) کی مثال ایسی سمجھو،

جیسے ایک (بلند و رفیع) طاق ہے، اور اس پر ایک منور و فروزندہ چراغ روشن ہے!!"

اللھم صل وسلم علیہ، وعلی آلہ والواصلین الیہ!

(۳)

مشہور (انقلاب فرانس) کے مصائب و شدائد کے بعد (جو یورپ میں حریت و جمہوریت کے ذبح کی سب سے بڑی اور آخری قربانی تھی) موجودہ حریت کا اصلی دور شروع ہوتا ہے، ہم نے بتلایا تھا کہ اس دور کے اساس اولیں پانچ دفعات ہیں جیسا کہ مشہور فرانسیسی مؤرخ حال CH. SEIGNOBOS: نے اپنی تاریخ انقلاب تمدن میں تصریح کی ہے:

(۱) استیصال حکم ذاتی۔ یعنی حق حکم و ارادہ اشخاص کی جگہ افراد کے ہاتھ میں جائے شخص، ذات، اور خاندان کو تسلط و حکم میں کوئی دخل نہ ہو۔ اسی کے ذیل میں پریسیڈنٹ کا انتخاب بھی آگیا، جس کو اسلام

کی اصطلاح میں خلیفہ کہتے ہیں۔ اس کے انتخاب میں کسی حق خاندانی کو دخل نہیں۔ ملک انتخاب کرے اور اسی کو حق عزل ونصب ہو۔

(۲) مساوات عامہ، جسکی بہت سی قسمیں ہیں:

مساوات جنسی، مساوات خاندانی، مساوات مالی، مساوات قانونی، مساوات ملکی وشہری وغیرہ وغیرہ۔ اسی بنا پر پریسیڈنٹ کو بھی عام باشندگان ملک پر کوئی تفوق وترجیح نہ ہو۔

(۳) خزانہ ملکی (بہ اصطلاح اسلام بیت المال) ملک کی ملکیت ہو۔ پریسیڈنٹ کو اسپر کوئی ذاتی حق تصرف نہ ہو۔

(۴) اصول حکومت "مشورہ" ہو، اور قوت حکم وارادہ افراد کی اکثریت کو ہو، نہ کہ ذات وشخص کو۔

(۵) حریت رائے وخیال اور مطبوعات (پریس) کی آزادی اسی کے تحت میں ہے۔

یہی اصول اساسی ہیں جنکو پروفیسر (واٹسن ریٹی) نے انگلستان کے نظام حکومت کی مشہور وزیر درس کیمبرج تاریخ میں بیان کیا ہے۔

لیکن جمہوری نظام حکومت کے یہ اصلی عناصر نہیں ہیں۔ اگر ان کی تحلیل وتفرید کی جائے، تو بہت سے مرکبات الگ ہو جائیں گے، اور آخر میں صرف ایک ہی عنصر بسیط باقی رہیگا جو دفعہ (۱) میں بیان کیا گیا ہے یعنی:

"قوت حکم وارادہ اشخاص وذوات کے ہاتھ میں نہ ہو۔ بلکہ جماعت وافراد کے قبضہ وتسلط میں۔"

مختصر لفظوں میں اسکی تعبیر اس جملہ میں ہو سکتی ہے کہ "نفی حکم ذاتی و مطلق"
باقی چار دفعات میں جو امور بیان کیے گئے ہیں، وہ سب کے سب اُسی کے
ذیل میں آجاتے ہیں۔ مساوات حقوق مالی و قانونی، اساس مشورہ و انتخاب، عدم
اختیار تصرف خزانۂ ملکی، حریت آراء و مطبوعات وغیرہ وغیرہ، سب "نفی حکم ذاتی
و مطلق" ہی کی تفسیریں ہیں۔ (لہا بقیۃ صالحہ)

الحریۃ فی الاسلام

نظام حکومت اسلامیہ

وامرھم شوریٰ بینھم (۴۲:۳۶)

(۵)

توطیہ مباحث آتیہ

اور مباحث گذشتہ پر ایک اجمالی نظر

بقیہ مقالہ سابقہ

(۴)

موجودہ جمہوریت و حریت کا پہلا سال سنہ ۸۹ سمجھا جاتا ہے جبکہ
۱۴ - جولائی سے (انقلاب فرانس) کی تحریک کا آغاز ہوا اور رجال انقلاب نے
مشہور قلعہ (باسٹیل) پر قبضہ کرلیا۔
یہ زمانہ اگرچہ انسانی جذبات کی شورش و طوائف الملوکی کا ایک
ہیجانی دور تھا اور ایک عہد کے اختتام کے بعد اور دوسرے کے آغاز سے پہلے
ایسا ہونا ضروری ہے، تاہم ایک جمعیتہ وطنیہ موجود تھی جو اسوقت تمام اعمال و

دامورِ انقلاب کی حکومت اپنے ہاتھوں میں رکھتی تھی، اور یہ برابر قائم رہی تا آنکہ ۱۷۹۱ء
میں اس نے پہلے دستور کا اعلان عام کیا۔

یہ جمعیۃ انقلاب سے پہلے ۱۷ - جون ۱۷۸۹ء - کو قائم ہوئی تھی اور تمام
دورِ انقلاب اسی کے زیرِ حکومت رہا۔

(واقعہ باستیل) کے بعد ۴ - اگست کی شب کو جمعیۃ نے اپنا مشہور
"منشورِ انقلاب" شائع کیا تھا جس نے تاریخ میں اولین "فرمانِ حریۃ" کے لقب
سے جگہ پائی ہے۔ اس میں انقلاب کی تکمیل کا اعلان تھا اور دنیا کو بشارت دی
گئی تھی کہ وہ شاہدِ حریۃ، جو اپنی رونمائی میں انسانی خون اور لاش کی پہلی قربانی قبول
کر چکی ہے، اب وقت آگیا ہے کہ برقعہ اُلٹ دے اور دُنیا کے سامنے اپنا نظارہ
امن عام کر دے!

اس منشور میں سب سے پہلے نظامِ حکومت قدیمہ کی بعض خصوصیات
بتلائی تھیں، پھر مقصدِ انقلاب کی تصریح کی تھی، آخر میں اعلان عام تھا کہ پچھلے عہد
کے تمام اعمال و آثار آیندہ کیلیے کالعدم قرار دیے جاتے ہیں۔

اس منشور میں لکھا تھا کہ قدیم نظامِ حکومت کا سب سے بڑا عذاب
انسانیت پر یہ تھا کہ بادشاہ کا تسلط جزو و کل پر حاوی تھا - اور اسکو "رئیس مطلق"
کی حیثیت بغیر کسی مراقبہ و مسئولیت کے حاصل تھی۔

پھر اس کے بعد آیندہ حالت کی الفاظ ذیل میں تصریح کی تھی:

"جمعیۃ وطنیہ نے جو کچھ کیا ہے، اسکا ماحصل یہ ہے کہ اس نے حکومت
مطلقہ سے بادشاہ کو محروم کر دیا، وہ ملک و اُمت کو اسکا مستحق قرار دیتی ہے۔

آج کے دن سے حکومتِ مطلقہ منہدم ہوگئی، اور اہل وطن میں باہم امتیاز و فضیلت کا دور ختم ہوگیا۔ اب ملک بادشاہ ہے، اور وطنیہ عدم مساوات سے آزاد ہے!

جمعیۃ وطنیہ گزشتہ زمانے کے ان تمام آثار و اعمال کو کالعدم قرار دیتی ہے جنکی وجہ سے حریت، مساوات اور حقوق عامہ کو ایک ادنےٰ سے ضرر کا بھی احتمال ہے۔

اب نہ ارباب عز و دولت کے لیے کوئی امتیاز باقی رہا، نہ زمینداروں کے لیے حق فضیلت و استیلا۔ وراثت سے کوئی حق پیدا نہیں ہوتا اور نہ طبقات و مدارج کا اختلاف کوئی شئے ہے۔ تمام القاب و خطابات جو کل تک لوگوں کو حاصل تھے، آج کے دن سے یقین کر لیا جائے کہ بالکل بیکار و کالعدم ہوگئے ہیں۔

محض وراثت کی بنا پر کسیکو حکومت سے کوئی وظیفہ نہیں ملسکتا۔ کسی جماعت کو یا کسی فرد واحد کو ایک ادنےٰ سا بھی امتیاز ان قوانین عامہ سے بری ہونے کا نہیں جو ہر فرانسیسی پر نافذ ہوں گے،،

(۵)

مبادی حریت

لیکن اب تک نظام حکومت کا کوئی قانون مرتب نہیں ہوا تھا۔ ایک مجلس تشریح (واضع قوانین) قائم کی گئی تھی، تاکہ فرانس کا دستور مرتب کرے۔ اس مجلس نے وضع قوانین سے پہلے بطور مبادی دستور و حریت کے چند دفعات مرتب کیں، اور انھیں کو تمام نظامات و قوانین کا اساس و اصل الاصول قرار دیا۔

یہ مبادی حریت ایک اعلان کی صورت میں قلمبند کیے گئے تھے اور

اور ۱۷۷۹ء میں چھپکر جمعیتہ کیپٹرنس سے شایع ہوے تھے۔

حقوق انسانی کا یورپ میں اعلان

اِن مبادیات کا خلاصہ یہ تھا:

"انسان آزاد پیدا ہوتا ہے اور آزادی ہی کے لیے زندہ رہتا ہے

تمام انسان بہ لحاظ حقوق مساوی ہیں۔

حقوق طبیعی چار ہیں: حریت، تملک، امن، مقاومۃ

(حریت) کے معنے یہ ہیں کہ انسان کو قدرت حاصل ہو کہ ہر اُس کام

کو کر سکے، جسے بغیر کسی دوسرے کو نقصان پہنچائے وہ کر سکتا ہے۔

(تملک) سے مقصود اپنی ملکیت صحیح و قانونی کے قبض و تصرف کے

کامل حق کا ملنا ہے۔ یعنے ہر شخص اپنی املاک کا مالک ہو اور کوئی اس سے چھین نہ سکے۔

(امن) سے مقصود یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جگہ پر محفوظ و بےخطر ہو اور

صرف قانون کی برخلاف ورزی ہی کی ایک صورت ایسی ہو، جو اس کے امن میں خلل

ڈال سکے۔

(مقاومۃ) سے مقصود جور و ظلم اور حملۂ و اقدام مجرمانہ کی مقاومت ہے۔

یعنے ہر شخص اپنی حفاظت کے وسائل اختیار کرنے کی قدرت رکھتا ہو، ظلم و جور کے

خلاف احتجاج (پروٹسٹ) کر سکے۔

قانون ارادۂ عامہ کا مظہر ہے۔ پس ہر وطنی کو حق ہو کہ وہ ذاتی طور

پر یا بہ توسط وکلا مجلس اعلیٰ (سینٹ) میں شرکت کر سکے۔

ہر وطنی بلحاظ وطنی ہونے کے یکساں حکم سے موثر ہو۔ اس بنا پر شخص کے لیے ممکن ہو کہ وہ بڑے سے بڑے عہدے کو اور اعلیٰ سے اعلیٰ وظیفہ کو حسب اقتدار و اہلیت حاصل کر سکے۔

کسی انسان کے لیے کسی حالت میں جائز نہ ہو کہ وہ کسی انسان کو قید کر سکے یا اور کوئی ایسا ہی سلوک کر سکے۔ الا انھی صورتوں میں، جو قانون مقرر کر دی ہوں، اور اسی طریقہ پر جو اس نے قرار دیا ہو۔ کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے کو اپنی رائے کے اظہار سے روکے، اگرچہ وہ دینی ہو اور عام اعتقاداتِ دینیہ کے مخالف۔ البتہ اس صورت میں اسکا اظہار روکا جا سکتا ہے جبکہ وہ قانون کے لحاظ سے امن عامہ کے لیے مضر ہو۔

ہر وطنی کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنی رائے و فکر کے مطابق گفتگو کرے اور لکھے پڑھے، یا چھاپ کر شایع کرے۔

اسی طرح ہر وطنی کو حق توزیع و اشاعت حاصل ہے۔

"حق تملک" ایک مقدس حق ہے۔ کسی شخص کی طاقت نہیں کہ کسی کی ملکیت اس سے چھین سکے۔ البتہ مصالح عامہ سب مقدم ہیں۔ لیکن اس کے لیے بھی جبتک قانونی صورت نہ ہو، کوئی شخص اپنی ملکیت سے دستبردار ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

موجودہ تحریک انقلاب کے مبادی مقاصد میں سے ہے کہ "حق حکم و تسلط" اشخاص کو نہیں بلکہ امت اور ملک کو حاصل ہو۔ جمیع ابنائے وطن اپنے تمام حقوق میں مساوی ہو جائیں، حریت سے متمتع ہوں اور

ہر طرح مامون و محفوظ رہیں۔ پس امت فرانس کا شعار وطنی حریت، مساوات، اور اخوت قرار پایا ہے"

یہ ایک حقیقت ہے کہ یورپ کی موجودہ جمہوریت کا مبدء سعادت مجلس تشریع فرانس کا یہی اعلان تھا۔ تاریخ نے اسے "اعلان حقوق الانسان" کے لقب محترم سے محفوظ رکھا ہے اور ہمیشہ محفوظ رکھے گی۔

(۶)

ہم نے اس حصۂ بیان کو اس لیے کسی قدر طول دیا، تاکہ انقلاب فرانس کی انتہائی حد حریت و جمہوریت سامنے آجائے۔ نیز اندازہ کیا جاسکے کہ یورپ کی موجودہ جمہوریت کے خلاصۂ امور و مبادی نظام و اساس کیا کیا ہیں؟

یہ انقلاب فرانس کے تلاش حریت و مساوات اور جستجوئے حقوق انسانی کی انتہائی سرحد تھی۔ یہی مبادی حریت ہیں جن کو انسانی آزادی کے سب سے آخری سوال کے جواب میں آج یورپ بتلا سکتا ہے۔

اس اعلان مبادی حریت میں بھی دراصل وہی ایک اصل اصول حریت اسکی ہر دفعہ کے اندر موجود ہے، جس کی طرف گذشتہ نمبر میں ہم اشارہ کر چکے ہیں۔ تمام دفعات کا اگر خلاصہ ایک جملہ میں کرنا چاہیں تو صرف یہی ہوگا "السلطۃ للامۃ" یعنی حق حکم و تسلط صرف امت ہی کے لیے ہے۔

چنانچہ اسکے بعد یہی اصول فرانس کی تمام دستوری اور جمہوری جماعات کے پیش نظر رہا۔ انقلاب سے پہلے فرانس میں پارلیمنٹری حکومت موجود تھی لیکن شاہی حقوق و تسلط اور کلیسا کا عالمگیر استبداد اس درجہ قوی و محکم تھا کہ دراصل

ایک شخصی تخت شاہنشاہی حکومت مقیدہ کے نام سے حکمرانی کر رہا تھا۔

انقلاب کے بعد رجال انقلاب میں تفریق ہوگئی۔ ایک گروہ ملوکی مگر دستوری و مقید حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ گروہ غالب یہی تھا اور اس کے سامنے انگلستان کے دستور کا نمونہ تھا۔ دوسرا گروہ خالص جمہوری حکومت کا نظام بنانا تھا۔ یہ جماعت اگرچہ قلیل تھی مگر عوام اور کاشتکاروں پر اس کا اثر حاوی تھا۔ ۱۰ اگست ۱۷۹۲ء کو اس جماعت نے پیرس کے دیہاتیوں سے شورش کرا کے مجلس کو مجبور کیا کہ وہ ایک ایسے نئے دستور کا اعلان کردے جو پادشاہ کے وجود سے بالکل مستغنی ہو۔

اس غرض سے ایک نئی مجلس کا انتخاب ہوا۔ نتیجہ مجلس نے ایک سب کمیٹی قائم کی جس کے اکثر اعضاء، مشہور انقلابی مصنف جان روسو Rousseau (۱) کے شاگرد تھے۔ انھوں نے اسی اصل اصول کو تمام نظام و قوانین کا محور قرار دیا کہ "السلطنۃ للشعب وحدہٗ" حکم و تسلط صرف قوم ہی کے لیے ہے۔ اور ایک نیا نظام مرتب کیا جو بلکیہ (شاہی شرکت)

---

(۱) جان جاک روسو مشہور فرانسیسی مصنف اور انقلاب فرانس کے محرکین اول میں سے ہے۔ ۱۷۵۶ء میں اس نے اپنے افکار سیاسیہ ایک کتاب کی صورت میں شایع کیے۔ اس میں ہر طرح کے استبداد دینی و ملوکی کو ظلم اور معصیت بتلایا تھا اور جمہوری حکومت کی اہل فرانس کو ترغیب دی تھی۔ جمہوری حکومت کے اس نے متعدد نظام درست کیے تھے، اور سب کا اولین اصول قوم کے تمام طبقات و جماعات میں مساوات قرار دیا تھا۔ ۱۷۱۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۶۶ء میں بہ عالم دیوانگی وفات پائی۔ نظامت موسیقیہ کو بصورت ارقام و خطوط مدون کرنے کا وہی موجد ہے۔

سے بالکل خالی تھا۔ یہ نظام تاریخ انقلاب میں "دستور سنہ ۱۷۹۳ء" کے لقب سے مشہور ہے۔

لیکن دوسرے سال یہ دستور بھی نہ رہا۔ یہ دور انقلاب بحقیقت انسانی جذبات کی شورش، اذہان کی طوائف الملوکی، اور طبیعت انسانی کے مطالبات مفرطہ کا ایک ہیجانی دور تھا۔ فرانسیسی قوم جو مدت سے معطل تھی، سوچ سکتی تھی مگر کچھ کر نہیں سکتی تھی۔ لوگوں کی مثال (بقول وکٹر ہیوگو victor Hugo) "بالکل اُن قیدیوں کی سی ہو گئی تھی، جو مدۃ العمر قید خانے میں رہ کر آزاد ہوئے ہوں اور جیل کے احاطے سے نکل کر جب آسمان کی کھلی فضا کے نیچے پہنچیں تو حیران ہو کر رہ جائیں کہ اب انھیں کیا کرنا چاہیے؟"

یہ حالت قدرتی ہے اور ہمیشہ ایک دور کے اختیار اور دوسرے کے آغاز کا درمیانی حصہ دنیا نے ایسی ہی حالتوں میں کاٹا ہے۔ فرانس بھی اسمیں مبتلا تھا۔ دستور مرتب ہوتے تھے اور پھر نئے دستور کا مطالبہ کیا جاتا تھا حکومتیں تعمیر کی جاتی تھیں اور پھر ڈھائی جاتی تھیں۔ سنہ ۱۷۹۵ء میں نئے دستور کا اعلان ہوا اور سنہ ۱۷۹۹ء تک قائم رہا۔ اسی اثناء میں فرانس اور یورپ میں جنگ شروع ہو گئی جسکی بنا و محرکہ دراصل فرانس کا انقلاب حکومت ہی تھا۔ اس بیرونی مصروفیت سے اندرونی نزاعات کی قوت معاً گھٹ گئی۔ یہاں تک کہ حالات نے ایک دوسرے انقلاب کا صفحہ اُلٹا اور ملوکیت جو فرانس سے چلی گئی تھی، پھر دوبارہ بُلائی گئی۔

اب تک سر رشتۂ حکومت ڈائرکٹروں کی ایک جماعت کے ہاتھ میں

تھا اور مختلف اداری و تشریعی اور نیابتی و انتخابی مجالس بھی قائم تھیں۔ اب انھوں نے دیکھا کہ زیادہ عرصے تک حکومت اپنے قبضہ میں نہ رکھ سکیں گے۔ وضع ملکی کو جیسی نہ کسی طرح جنگی مہلت سے فائدہ اٹھا کر بدل دینا چاہیے۔ اسی سیاست کا نتیجہ وہ انقلاب ثانی تھا، جو ۱۰۔ نومبر ۱۷۹۹؁ء کو وقوع میں آیا، اور مشہور فاتح یورپ (نپولین بوناپارٹ) کی اعانت سے پانچ سو نائبین ملک کی مجلس فوجی قوت سے توڑ دی گئی، اور اس طرح عہد (کرامویل) کی تاریخ انگلستان کا پھر اعادہ ہوا، جس نے شخصیت کو شکست دے کر، پھر خود اپنی شخصیت سے ملک کی جمہوریت کو شکست دی تھی!

اب ایک نئی مجلس اس غرض سے منتخب کی گئی کہ نئے نظام و دستور کو مرتب کرے۔ چنانچہ آٹھویں سال انقلاب کا دستور شائع کیا گیا۔ یہ دستور فی الحقیقت (بوناپارٹ) کا گھڑا ہوا ایک کھلونا تھا، جو فرانس کو بہلائے رکھنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ بظاہر ایک جمہوریت قائم کی گئی جسمیں دستور جمہوری کے تمام اعضاء و جوارح موجود تھے، مگر دماغ کی ایک جگہ قنصل کا عہدہ قائم کیا گیا جو بیس برس کے لیے نامزد کیا جائے گا اور جو جمہوریت کی طرف سے فرانس پر حکومت کرے گا۔ تمام عمال کا تعین، تمام فوج کی قیادت، صلح و جنگ کا اختیار، تمام اداری و تنفیذی قوائے سررشتہ آخری، اُسکے سپرد کر دیا گیا۔ اسکی معاونت کے لیے دو نائب بھی رکھے گئے مگر فی الحقیقت وہ اپنے تمام کاموں میں ایک خود مختار حکمران اور شہنشاہ مطلق تھا۔

اس جمہوری شہنشاہی کے تخت پر (نپولین بوناپارٹ)

متمکن ہوا۔

(ک)

یہ سب کچھ ہوا لیکن انقلاب فرانس اپنا پورا کام کرچکا تھا۔ فرانس میں یہ دور بھی گذر گیا۔ اس کے بعد ملوکیۃ مطلق العنانی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ تمام یورپ میں نظام مقیدہ کی حکومت داخل ہوئی۔ فرانس میں بھی انگریزی نظام دستوری قائم کیا گیا۔ بایں ہمہ آخر میں فتح جمہوریت ہی کو ہوئی اور وہی انقلاب فرانس کا قائم کردہ اصل اصول بغیر کسی تغیر کے تمام قوانین کا بنیاد قرار پایا کہ "السلطة للشعب وحدہ!"

یورپ کے دیگر حصص میں اگرچہ اس انقلاب کا اثر ملوکیۂ مقیدہ سے آگے نہ بڑھا، مگر فی الحقیقت ہر دستور و نظام حکومت میں بصور مختلفہ یہی اصل الاصول کام کر رہا ہے۔

(تنبیہ)

اس مضمون میں جابجا حکومت مقیدہ، ملوکیہ، دستوری، وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ حکومت "مقیدہ" سے مقصود وہ نظام حکومت ہے جس میں گو بادشاہ کے حقوق و تسلط حکم کو برقرار رکھا گیا ہو، لیکن قانون و آئین کی پابندی کے ساتھ حکومت کی جائے "ملوکیۂ مقیدہ" سے بھی وہی مقصود ہے۔ "دستوری" سے مقصود پارلیمنٹری حکومت ہے۔ جس میں بادشاہ قانون و جماعت کے ماتحت ہو، اور یہ "نظام انگریزی" کے لقب سے مشہور ہے۔ صرف "ملکیہ" سے مراد حکم مطلق یا شخصی حکومت ہے "جمہوری" نظام حکومت بادشاہ کے

ما ئکل خالی ہوتا ہے۔ حاکمیت صرف ملک کی اکثریت کرتی ہے اور نظم اداری کے لیے ایک شخص باسم صدر منتخب کر لیا جاتا ہے۔ یہی طرز حکومت آجکل امریکہ اور فرانس اور بعض چھوٹی چھوٹی جماعتوں کا ہے۔

آجکل کی اصطلاح کے مطابق اسلام ملکیہ مقیدہ یا نظام دستوری انگلستان کے مطابق حکومت قرار نہیں دیتا جیسا کہ غلطی سے بعض لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ اسکا نظام خالص جمہوری اور شائبہ تشخص و ملکیہ سے کلیتہً پاک ہے۔ کما سیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الحریۃ والاسلام
نظام حکومت اسلامیہ

وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ (۴۲:۳۶)

(۶)

توطیہ مباحث آتیہ

اور مباحث گذشتہ پر ایک اجمالی نظر

---

(۱)

"انقلاب فرانس" یورپ کی موجودہ جمہوریت و حریت کا سرچشمہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ ہم نے مختصر طور پر اس کے اعلانات و اساسات کی تشریح کی تاکہ آئندہ مباحث کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ گذشتہ نمبر میں فرانس کا جو "منشور حریت" نقل کیا ہے اور جس میں مبادی حریت و مساوات

بیان کیئے گئے ہیں، اس سے اگر تشریح قوانین و تکرار مقاصد و اعادہ مطالب
کو الگ کر دیا جائے تو اصل اصول نظام جمہوریت کے وہی چند دفعات رہ
جاتے ہیں جنکو اس مضمون کی اولین قسط میں ہم نے بیان کیا تھا (اور پھر ابھی تھوڑا
ہی عرصہ گذرا ہے کہ مکرر دہرا چکے ہیں۔ جنکے بصورت تقسیم مراد، منع حکم ذاتی
مساوات، انتخاب رئیس، اور اصول شوریٰ، یہی چار دفعات اصل
اصول قرار دیے جاسکتے ہیں۔ اگر ان عناصر مرکبہ کی بھی تفریق کیجائے تو پھر صرف ایک
ہی اصل الاصول آخر میں باقی رہجائے گا یعنی "منع حکم مطلق و ذاتی" یا "ان السلطۃ
للشعب وحدہ" : حق تسلط صرف قوم ہی کو حاصل ہے۔

احکام اسلامیہ و نظام خلافت راشدہ

انھیں دفعات اربعہ نظام جمہوریتہ کو پیش نظر رکھ کر ہم نے احکام اسلامیہ
و اعمال مسلمین اولین کا تفحص کیا تھا، اور ایک ایک دفعہ پر ترتیب وار بحث کی
تھی۔ گو بحث اجمالی، اور نظر سرسری تھی، تاہم حسب ذیل نتائج تک پہنچنے میں ضرور
رہنمائی ہوگی:

(۱) اسلام ہر قسم کے ذاتی و شخصی تسلط کی نفی مطلق کرتا ہے۔ اس
نے روز اول ہی سے جو نظام حکومت قائم کیا، وہ خالص جمہوری اور شائبۂ
شخصیت سے پاک تھا۔ تصریحات کلام اللہ اور سنت مسلمین اولین سے
بغیر کسی توجیہ و تاویل کے ثابت ہوتا ہے کہ "حکومت جمہور کی ملک ہے۔
ذات اور خاندان کو اس میں دخل نہیں"۔ یہی اصول خلاصۂ نظام
جمہوریتہ حاضرہ ہے۔

(۲) نفی حکم ذاتی کا پہلا نتیجہ مساوات عمومی افرادِ بشر ہے۔ یعنی خاندانی، ملکی، قومی، اور مالی امتیازات کوئی شے نہیں۔ اسلام نے پہلے ہی دن اعلان کر دیا:
"لیس لاحد علی احد فضل، الا بالدین وتقوی" کسی ایک انسان کو دوسرے انسان پر کوئی فضیلت نہیں ہو سکتی، الا اسکی دینی فضیلت او رحسن عمل۔

(۳) نظام جمہوریہ کا تیسرا رکن رئیس جمہوریہ، اور اسکا تقرر بذریعۂ انتخاب ہے۔ رئیس جمہوریہ کو اسلام خلیفہ کہتا ہے اور "اجماع" سے مقصود قوۃ اکثریۂ انتخاب ہے۔

(۴) اسی ضمن میں تکمیل جمہوریہ صحیحہ کے لیے ضرور تھا کہ خود "رئیس جمہوریہ" کو عام افراد ملک کے مقابلے میں کوئی امتیاز خاص حاصل نہ ہو۔ مساوات حقیقی کے یہ معنی ہیں کہ جس شخص کو رئیس جمہوریہ منتخب کیا گیا ہے، وہ اپنے تمام حقوق قانون و مال میں بھی مثل ایک عام باشندہ شہر کے نظر آئے۔ پس اس حیثیت سے بھی تفصیلی نظر ڈالی گئی تو اسلام کا خلیفہ اس شان میں سامنے آیا کہ پھٹی ہوئی چادر اور دو وقت کی غذا کے سوا اس کے پاس کچھ نہ تھا!

(۴)

ان مباحث کے ضمن میں ہم پر اس سے بھی زیادہ خصائص آلہیہ اسلامیہ کا انکشاف ہوا۔ ہم نے صرف یہی نہیں دیکھا کہ جو کچھ آج جمہوریہ وحریۃ، اور مساوات وا خوت کے نام سے دکھلایا جا رہا ہے، وہ سب کچھ اسلام کے پاس موجود ہے، بلکہ یہ بھی نظر آیا کہ موجودہ عصر تمدن کے یہ تمام مناظر فخر ابتک اس حقیقت سے خالی ذات اسلامیت سے خالی ہیں، جس کو تیرہ سو برس

پہلے وہ ظاہر کر چکا ہے۔

یورپ کی ناکامیاب جستجوئے مقصد اور انقلاب فرانس کی ناکامی

حریت صحیحہ اور اسلام کے تعلق پر بحث کرتے ہوئے دو پہلو پیدا ہوجاتے ہیں۔ ایک پہلو بحث کا یہ ہے کہ آج یورپ کے بازار حریت میں بہتر سے بہتر جو متاع دکھلائی جاسکتی ہے، وہ ہمارے امانت خانوں میں تیرہ سو برس سے موجود ہے۔

دوسرا حصہ وہ ہے جہاں نظر آتا ہے کہ صرف وہ متاع ناقص ہی نہیں، بلکہ اس سے بھی اعلیٰ واشرف اشیا ہمارے پاس موجود ہیں۔

ہم گزشتہ مباحث میں اس دوسرے حصہ بحث پر بھی کہیں کہیں نظر ڈالی ہے اور اسکا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) اسلام نے اپنے نظام حکومت سے بکلی بادشاہ کے وجود کو خارج کردیا اور ایک کامل جمہوریت قائم کی جس میں صرف ایک پریسیڈنٹ باسم خلیفہ رکھا گیا ہے۔ برخلاف اس کے یورپ میں جمہوریت کی تحریک اب تک پوری طرح کامیاب نہ ہوسکی۔

اسکا بڑا حصہ اب تک تاج و تخت و فرمانروائی کے آگے عاجزی کرنے پر مجبور ہے۔ امریکہ اور فرانس، صرف یہی دو بڑی جمہوریتیں انقلاب فرانس کا کامیاب نتیجہ ہیں۔ ان کے علاوہ چند چھوٹی چھوٹی جمہوریتیں

ہیں مگر ان کا شمار بڑے بڑے ملکوں میں نہیں۔

(۲) انقلاب کی اصلی روح مساوات ہے۔ اور صرف شاہی اقتدار و تسلط کے روک دینے ہی سے جمہوریۃ صحیحہ قائم نہیں ہو سکتی۔ تاوقتیکہ نوع بشر میں مساوات حقیقی قائم نہ ہو۔ اس بنا پر گو فرانس کے انقلاب نے شاہی اقتدار کی مطلق العنانی سے دنیا کو نجات دلا دی، تاہم وہ "مساوات حقیقی" کے قیام میں کامیاب نہ ہو سکا۔ مختلف درجات و طبقات، امت کا اختلاف بدستور باقی ہے۔ دولت کے اقتدار کی لعنت سے ابتک دنیا نے نجات نہیں پائی، اور تمیز ادنیٰ و اعلےٰ کے عذاب الیم کی زنجیر اب تک اس کے پاؤں میں پڑی ہے۔

(۳) یہ کیا ہے کہ اب تک پادشاہ ہے جو ملکی خزانے سے کروڑوں روپیہ لیتا اور باوجود ایک عام باشندۂ شہر ہونے کے عام باشندوں سے ارفع و اعلیٰ رہتا ہے؟

اب تک وہ عظمت و جبروت کے اس عرش مقدس پر متمکن ہے، جہاں تک زمین کے عام باشندوں کی رسائی نہیں؟

شاہ انگلستان ستر لاکھ پچاس ہزار روپیہ ہر سال تن تنہا اوپر صرف کرتا ہے اور جرمنی کا حکمراں نوے لاکھ۔ پھر کیا با ایں ہمہ یورپ کو مساوات انسانی کے ادعاء کا حق حاصل ہے۔

اسکی آبادی ابتک اُن امیروں کے ایوانوں سے لٹکی ہوئی ہے جو چاندی سونے کے گھمنڈ میں اپنے ہم جنسوں کے ساتھ سب کچھ کر سکتے

ہیں۔ پھر وہ مساوات کہاں ہے جس کے فرشتے نے تمام اکناف یورپ کو اپنے
پروں میں چھپا لیا ہے؟

لیکن اسلام نے روز اول ہی سے مساوات کی حقیقی تصویر دنیا
کو دکھلادی۔ اسکا اولین قدوس بادشاہ جسطرح زندگی بسر کرتا تھا تم پڑھ چکے ہو
اس کے خلفا نے صاف کہہ دیا کہ "حلتان وقوتی وقوۃ اہلی" یعنی مجھ کو صرف
دو جوڑے کپڑے کے اور اپنی اور اپنے اہل وعیال کی مایحتاج غذا چاہیے اور بس۔

حضرت ختم المرسلین نے قبیلہ مخزوم کی ایک عورت کی نسبت
روساء قریش سے، حضرت (ابوبکر) نے اپنی خلافت کی اولین مجلس میں، حضرت
(معاذ) نے سردار رومی کے آگے، (مغیرہ بن شعبہ) نے ایرانی سپہ سالار کے سامنے
اور واقعہ اجنادین میں رومی سپہ سالار کے آگے اس کے مخبر نے، جو تقریریں کی تھیں
انکو تمام گذشتہ نمبروں میں پڑھو، اور پھر مساوات یورپ کا مساوات اسلامی
سے مقابلہ کرو!

(۲) لیکن مساوات کے بھی تین درجے، اور اسکی مختلف قسمیں ہیں
یہ سچ ہے کہ انقلاب فرانس نے اپنے اعلان حریت میں تمام ابناء وطن کو مساوی قرار دیا
لیکن کیا تمام ابناء آدم کو بھی درجہ وحقوق میں مساوی قرار دے سکا؟ وہ عدم مساوات
جو ایک محدود رقبہ زمین میں ہو، زیادہ مستحق نفرین ہے، یا وہ، جو تمام دنیا اور تمام دنیا
کی تمام قوموں میں پھیلا ہوا ہو؟ اگر تم ایک سرزمین کے رہنے والوں کو ایک درجے
میں رکھنا چاہتے ہو تو دنیا کے دکھ کا اصلی علاج تو نہ ہوا۔ دنیا اس مساوات کیلیے
تشنہ ہے جو ابنائے وطن کی طرح مختلف ملکوں اور قوموں کا امتیاز بھی مٹادے

اور اسود و ابیض، مغرب و مشرق، متمدن و غیر متمدن، غرضکہ خدا کے تمام بندوں کو ایک ہی جگہ لاکر کھڑا کر دے۔ تم ابھی ابھی انقلاب فرانس کی سرگذشت سے فارغ ہوئے ہو، تم نے وہ اعلان حریت پڑھا ہے، جسکو تاریخ عظمت کے ساتھ اپنے سینے سے لگائے رکھتی ہے، لیکن کیا اسمیں اول سے لیکر آخر تک کسی جگہ بھی اس مساوات کا ذکر ہے جو کسی خاص سرزمین کو نہیں بلکہ تمام عالم کو اپنا پیغام نجات سناتا ہو؟ اسکی ہر دفعہ کو مکرر پڑھ لو۔ تم ہر جگہ "وطن" ہی کا نام پاؤ گے، اور انقلاب فرانس کا بلند سے بلند مساوات کا تخیل اس سے زیادہ نہ ہوگا کہ "فرانس" کا ہر باشندہ ایک دوسرے کے برابر ہو جائے۔

لیکن خدا کی زمین صرف فرانس اور یورپ ہی کی اقوام سے آباد نہیں ہے۔ اپنے اس زخم کے لیے کہاں مرہم ڈھونڈھے، جس نے ایک قوم اور وطن کو دوسری قوم اور وطن پر ترجیح دیدی ہے؟

یورپ سے اسکو تسکین نہیں ملسکتی، لیکن اسلام کا ہاتھ اسکو مرہم بخش سکتا ہے۔ اس نے صرف اپنے وطن اور سرزمین ہی کو مساوات ناجی کا مستحق نہیں سمجھا، بلکہ اسکا اعلان ایک عالمگیر مساوات کا فرمان تھا۔ جیسا اس نے کہا کہ۔

یا ایہا الناس انا خلقنٰکم	"اے لوگو! ہم نے تم کو مرد و عورت سے
من ذکر و انثیٰ و جعلنٰکم	پیدا کیا [illegible]
شعوبا و قبائل لتعارفوا	[illegible]
ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم	[illegible] لیکن اس اعتبار [illegible]

اتقاکم ! (۴۹ : ۱۳) قوم ونسل سے کوئی امتیاز و شرف حاصل نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ تم باہم ایک دوسرے سے شناخت کیے جاؤ۔ ورنہ تم میں سب سے زیادہ اللہ کے آگے افضل وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی اور نیک اعمال ہے !"

تو اسکا اعلان مساوات صرف مکہ اور حجاز ہی کیلیے نہ تھا بلکہ تمام عالم کے لیے تھا !!

اسلام صرف وطن ہی کی محبت لیکر نہیں آیا۔ اُس کے پاس تمام عالم کے عشق کا پیغام ہے۔ اس نے جو کچھ کیا تمام عالم کے لیے کیا، اور صرف وہی تھا جو یہ کر سکا: وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا (۳۴ : ۲۳) دنیا کا خدا "رب العالمین" تھا، جسکی ربوبیت عامہ میں کوئی خصوصیت وطن و مقام نہیں۔ پس اسکا پیغام امن ونجات بھی "رحمۃ للعالمین" ہوکر آیا کہ: وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (۲۲ : ۱۰۷)

(۴) اگر یورپ مساوات انسانی کے اصلی راز کو پالیتا تو اشتراکیۃ (سوشیالزم) کی بنیاد نہ پڑتی۔ اُمرا کے اقتدار، دولت کی ظالمانہ تقسیم، طبقات عامہ کی تذلیل وتحقیر، ارباب اقتدار کا استبداد، جماعات و افراد کا قانونی امتیاز، یہ اور اسی طرح کے اسباب ہیں، جنکی وجہ سے اشتراکیۃ کی بنیاد پڑی اور روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ یورپ کے ادعا مساوات کی سماعت کرتے ہوئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم اشتراکیۃ کی شہادت سے کان بند کرلیں۔ ابھی لوگوں نے دو سال بیشتر کا وہ موقعہ بھلایا نہ ہوگا جب مسٹر (لائڈ جارج) نے اُمرا انگلستان کے

ٹیکس سے بری ہونے کے خلاف سعی کی تھی اور اسکی وجہ سے طبقۂ خواص میں ایک سخت جوش پھیل گیا تھا۔

(رجوع بہ مباحث بقیہ)

پس ان مباحث کے بعد اب ہمارے لیے صرف دو منزلیں اور باقی رہ گئی ہیں:

(۱) حکم "مشورہ" اور "اصول شورائے اسلامیہ"۔ اس کے ضمن میں ان آیات کریمہ پر ایک مفسرانہ نظر ڈالنی چاہیے جن میں حکم شوریٰ دیا گیا ہے۔

(۲) بعض شکوک و اعتراضات کی تحقیق جو اس بارے میں پیدا ہوتے ہیں۔ از انجملہ وہ شبہات جو انقلاب عثمانی کے زمانے میں بعض جرائد و مجلات میں شائع ہوئے تھے، اور حال میں ایک تحریر کے ذریعہ ان کا اعادہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ تحریر روزانہ (پیسہ اخبار) لاہور میں شائع ہوئی ہے۔

آیندہ نمبر سے ہم ان دونوں بحثوں کیطرف متوجہ ہوں گے۔

وَاللّٰہُ الہادی وعلیہ اعتمادی۔ (منقول از الہلال)

تمت

مجموعہ کلام مظہری | جناب مولانا مولوی محمد شفیع احمد صاحب مظہری ایم اے علیگ کی قومی اور تمدنی نظموں کا بیمثل قابل قدر مجموعہ۔ اگر شاعری سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو اپنی قسم میں بینظیر ہیں۔ علیحدہ کتاب کی صورت میں چھپی ہوئی رنگین نظر فریب ٹائٹل سے مزین ہر سہ کی یکجائی قیمت (۶/)

اجتماع ضدین | جناب ش۔ تھانوی کے قلم سے ایک اخلاقی ناول جسکا پلاٹ بہت دلچسپ ہونیکے علاوہ جذبات فطرت سے معمور ہے عشق کی لگاوٹیں اور حسن کی فسوں ساز یاں عجیب و غریب انداز میں لفظوں میں تیر و نشتر کا اثر کتاب کی ہر سطر ایک نیا لگاوٹ رکھتی ہے۔ اور ہر جملہ میں نئی تراش خراش ہے۔ یہ فسانہ اصلاح معاشرت کی غرض سے لکھا گیا ہے۔ اس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اتحاد خیال مرد و عورت کی آئندہ خوشحال زندگی کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے۔ لیکن والدین اس بات کو اکثر نظر انداز کر جاتے ہیں اور غریب دولہا دلھن تمام عمر بدمزگی سے گذارتے ہیں شادی کرنے سے پہلے اگر اس کتاب پر نظر ڈال لیجائے تو یقیناً پڑھنے والا نفع میں رہے گا۔

کیا بلحاظ زبان اور کیا بلحاظ خیالات کتاب ہر طرح قابل قدر ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور ٹائیٹل دلفریب ہے قیمت صرف (۶/)

حجاج بن یوسف | جرجی زیدان اڈیٹر الہلال مصر کے ایک معرکۃ الآرا ناول کا ترجمہ جسمیں خلیفہ عبدالملک کی پالیسی حجاج بن یوسف کے مظالم۔ حجاج اور عبداللہ ابن زبیر کا معرکہ۔ کعبہ کا محاصرہ۔ عبداللہ ابن زبیر کی شہادت۔ خلافت کے مدعی اور ان کے جوڑ توڑ۔ حسن نامی ایک نوجوان کا عرب کی ایک مشہور لڑکی پر عاشق ہونا۔ اور اس عشق کی تلخ و لذت خطرات میں مبتلا ہونا ہجر و وصال کے تذکرے۔ رزم و بزم کے سین۔ دلچسپ انداز اور سلیس عبارت میں بیان کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کے دیکھنے سے اس زمانہ کے طریق جنگ اور رسم و رواج پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔ ترجمہ کی خوبی کے لیے سید ظہور احمد ندوی سب اڈیٹر ہمدم کا نام کافی ہے۔

کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی ... قیمت (۱۲/)

ملنے کا پتہ صدیق بکڈپو۔ امین آباد۔ لکھنؤ

عیار فقیر | مکار فقیروں کی چالبازی ظلم وستم اور دغا فریب کا پردہ فاش کیا ہے۔ ان بدمعاشوں کی چالوں سے محفوظ رہنے کے لیے اس کتاب کو ایک بار پڑھ جائیے۔ صبیحہ نامی ایک لڑکی کا ایک مکار فقیر کے دام مین گرفتار ہونا۔ اور مصائب مین مبتلا ہونے پر بھی اپنی عصمت کی حفاظت کرنا۔ آخرکار ان بدمعاشوں کا بھانڈا پھوٹنا اور لڑکی کو نجات ملنا۔ بہت ہی دردانگیز ناول ہے۔ اسکی اشاعت سے مقصود صرف پیسہ کمانا نہین ہے۔ بلکہ اہل ملک کو ان حرام خوروں کی عیاریوں سے باخبر کرنا ہے۔ قیمت (۱۲؍)

محاصرۂ پیرس | پیرس کا محاصرہ۔ اہل فرانس کا انداز مدافعت۔ قیصر جرمنی کی پولیٹکل چالین اور انکا جواب اتحادیوں کی طرف سے غنیم پر محصورین کے جان توڑ حملے۔ ہندوستانی افواج کی مدد اور اہل فرانس کی گلوخلاصی۔ جنگ یورپ کے حیرت انگیز حالات۔ جدید آلات جنگ کا استعمال۔ پیرس کی تباہی۔ تاریخ کی تاریخ قصہ کا قصہ۔ ایک حسین محبوبہ کا جذبۂ وطن پرستی اور اس کے نتائج بہت ہی دل آویز پیرایہ مین ہین۔ قیمت (۸؍)

حیرت انگیز شہر | ایک نوجوان سادہ دل کا ایک حسینہ کے دام محبت مین گرفتار ہونا۔ صدہا مصائب کا سامنا کر کے آخر گوہر مقصود کو پالینا ضمنی طور پر بہت سے دلچسپ واقعات آگئے ہین جو بذات خود ایک وزن رکھتے ہین۔ مزدوروں اور سرمایہ داروں کی کشمکش۔ خود غرض پارٹیوں کی خود غرضی اور مزدوری پیشہ طبقہ کے ہنگاموں سے ملک کی تباہی عجیب وغریب حیرت انگیز واقعات۔ مختلف جماعتوں کے لیڈروں کا دلچسپ مکالمہ۔ زبان اعلےٰ درجہ کی۔ اگر قصہ سے قطع نظر کیجائے تاہم ادبی حیثیت سے یہ کتاب دیکھنے کے قابل ہے لکھائی چھپائی نفیس قیمت (۸؍)

ملنے کا پتہ ۔ منیجر صدیقی بکڈپو امین آباد لکھنؤ

سرابِ فیشن فیشن پرستی کے مہلک نتائج اغیار کی تقلید کا قابلِ عبرت نتیجہ۔ موجودہ تعلیم اور کاروبارِ تجارت کا موازنہ۔ ایک ہندوستانی نوجوان کا ایک یورپین لیڈی سے شادی کرنا۔ آخر میں اس بیوفا کے سلوک سے دستِ حسرت ملنا قصہ کے علاوہ بہت سے اخلاقی نصائح بھی مکالمہ مین آگئے ہین اکل حلال کی فضیلت ذہن نشین کرنیکی کوشش کیگئی ہے۔ اسکا پڑھنا اخلاق پر اچھا اثر ڈالتا ہے۔ قیمت (۸/)

طوافِ زمین ژولیس ورن مشہور ناول نویس کے ایک جغرافیائی ناول کا ترجمہ ارشد تھانوی کے قلم سے جو دلآویزی اور زبان کے اعتبار سے قابل دید ہے۔ ایک لارڈ بین بازی لگاکر ۸۰ دن مین تمام دنیا کے گرد گھوم آتا ہے۔ اس سفر مین اُس نے جو جو عجائب و غرائب دیکھے سلسلۂ کتاب مین ناول کے پیرایہ مین درج ہیں۔ لکھائی چھپائی نفیس قیمت ۱۲/

آثارِ سانچی بھوپال کے قریب سانچی نامی ایک مشہور تاریخی مقام ہے۔ وہان کے مناظر بیحد دلفریب ہین بعض شکستہ عمارات اور کھنڈرات مین قدیم نقاشی اور فن مصوری کے جو جو نمونے پائے جاتے ہین انھین دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ زمانۂ گذشتہ مین کیسے کیسے ماہرین فن موجود تھے۔ بودھ مذہب کے صدہا گنبد اور مینارے وہان موجود ہین جن کے دیکھنے کیلیے امریکہ اور جرمنی تک کے لوگ آتے ہین۔ اور یہان کے تاریخی حالات اور معلومات سے مالامال ہوکر جاتے ہین اور انکی اشاعت کرکے لاکھون روپیہ پیدا کرتے ہین۔ جناب ارشد تھانوی نے وہان کی سیر سے لطف اندوز ہوکر وہان کے تاریخی حالات اور نقش و نگار کو مخصوص اپنے شاعرانہ انداز مین صفحات کاغذ پر نمایان کیا ہے۔ کتاب مصنف کی طبعزاد نظم اور تصاویر سے آراستہ ہے۔ الفاظ کی عمدگی اور تراش و خراش خاص طور پر قابل قدر ہے۔ کچھ نثر نمونتاً درج کی جاتی ہے "نزہتگاہ ہستی کی دلفریبیان انسان کو کبھی نچلا نہین بیٹھنے دیتین۔ لطف مشاہدہ کا ذوق خود بخود اسکا ہاتھ پکڑکر اس مقام کی جبین سائی کرادیتا ہے جہان فطرت کی گلکاریون کے بیش بہا نمونے اپنی داد طلب خوش منظری سے اسکا انتظار کرتے ہین۔ قیمت ۱۸۶/

ملنے کا پتہ۔ منیجر صدیق بکڈپو۔ امین آباد۔ لکھنو

بیوی کے فرائض | ایک شریف عورت کو کسطرح زندگی بسر کرنا چاہیے شوہر کے متعلق عورت کے کیا کیا فرائض ہین - عورت کسطریقہ سے شوہر کو قابو مین رکھ سکتی ہے سسرال والونکو خوش رکھنے کا کیا طریقہ ہو - اگر اس کتاب کو عورتین غور سے پڑھ لین تو گھر جنت کا نمونہ بنجائے - سید ظہور احمد ندوی نے خوب رقم دکھایا ہے - قیمت صرف (۴ر)

حب وطن | مولانا حالی کے قلم سے - وطن کی سچی محبت کیا ہوتی ہے - بہت ہی دلنشین پیرایہ مین خدمت ملک و قوم کی ترغیب دیگئی ہے - بچون کو ضرور پڑھائیے - قیمت صرف (۱ر)

آسمانی خزانہ | ایک دلچسپ باتصویر قصہ - ارشد تھانوی کے قلم سے - قیمت (۱ر)

چھوٹا شہزادہ | بچون کا دل بہلاؤ - آسان زبان مین مخصوص بچونکے لیے باتصویر قیمت (۱ر)

قانون فطرت | فطرت اور قانون فطرت پر ایک عالمانہ مبسوط مضمون از نواب محسن الملک قیمت (۴ر)

انشاء النسوان | زنانہ خط کتابت سکھانیوالی ایک دلچسپ کتاب جسمین نمونے کے خطوط مین اخلاقی تعلیم کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے خطوط کے جوابات بھی ساتھ ہی ساتھ لکھے گئے ہین - زبان آسان اور طرز بیان دلکش ہے - ٹائٹل دلپسند نفیس ہے - قیمت (۶ر)

میلاد نامہ جدید | مولوی عبد الرزاق صاحب ندوی نے جدید انداز اور نئی روشنی مین یہ میلاد نامہ مرتب کیا ہو - اگرچہ اس موضوع پر ہزار ہا کتابین لکھی جا چکی ہین لیکن یہ کتاب اپنے رنگ مین مخصوص ہے - اسمین صرف خوش اعتقادی ہی دل خوش کن باتین نہین ہین بلکہ دلائل سے ثابت کیا گیا ہو کہ نبی کریم کی ذات جامع الاصفات سراپا رحمت تھی آپکے اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ نے دنیا کو کیا کیا سبق دیئے - اس کتاب کے پڑھنے اور سننے سے دل پر عجب اثر پڑتا ہو - آپکے حیرت انگیز کارنامونکا دلچسپ تذکرہ - دلونمین ولولہ پیدا کرنیکے لئے کافی ہو - اس کتاب کو غیر مسلم بھی پڑھ اور سنکر مستفید ہو سکتے ہین اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ ہو کہ خوارق عادات سے قطع نظر کرکے آپکے حالات کا صحیح صحیح نقشہ کھینچا جائے جس سے عوام پورے طور پر فائدہ اٹھا سکین اور محفل میلاد کے انعقاد کا اصل مقصد حاصل ہو اور لوگ آپکے نقش قدم پر چلکر ثواب دارین حاصل کرین - قیمت (۱۲ر)

پتہ - صدیق بکڈپو - امین آباد - لکھنؤ -

عبدالرحمن ناصر خلیفہ عبدالرحمن ناصر کے زمانہ کے واقعات۔ اُس کا طرزِ حکمرانی۔ اُس زمانہ کے علما کا رویّہ۔ ارکانِ سلطنت کے سیاسی جوڑ توڑ۔ خلیفہ کی منظورِ نظر زہرا کے حالات۔ زہرا کے عاشقِ صادق سعید کی سعی لاحاصل۔ اور اسکا خاتمہ۔ عابدہ نامی ایک تعلیم یافتہ خاتون کا کمال۔ سعید اور عابدہ کے کیرکٹر۔ اس کتاب کی جان ہین۔ ان دونون کی مزیدار کہانی اسقدر دلچسپ ہے کہ کتاب شروع کرنے کے بعد بغیر ختم کیے چھوڑنا ناممکن ہے۔ یہ کتاب بھی جرجی زیدان اڈیٹر الہلال کی اسی نام کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ سید ظہور احمد ندوی نے بڑی خوبی سے اسکا ترجمہ کیا ہے۔ بلحاظ زبان بھی کتاب قابل قدر ہے۔ آجتک جسقدر ناول آپ نے پڑھے ہونگے اُن سب سے افضل پائینگے۔ قیمت [illegible]

نعتیہ کلام نامور اور باکمال شعرا کے نعتیہ کلام کا مجموعہ۔ یہ سب چوٹی کی نظمین ہین نعتیہ کلام اس سے بہتر نظر سے نہ گذرا ہوگا۔ کاغذ لکھائی چھپائی بے لطف ہے۔ قیمت [illegible]

بیگمات بنگال مرشد آباد بنگال کی بیگمات کا ایک نہایت مستند اور سبق آموز تذکرہ۔ عورتون کے لیے مخصوص طور پر نافع ہے۔ اس انتخاب مین بہت احتیاط برتی گئی ہے۔ واقعات مستند تاریخون سے لکھے گئے ہین۔ اسلامی دور حکومت کی قابل قدر یادگار ہے۔ قیمت [illegible]

البیرونی اسمین مسٹر سید حسن برنی (علیگ) نے بڑی کوشش و جستجو سے علامہ ابوریحان بیرونی کے حالات جمع کیے ہین۔ مشکل تو نہین ہے یہ پہلا شخص ہے جسنے ہندوستان کے حالات کی پوری پوری تفتیش کی ہندوؤن کے حالات سے پورے طور پر ماہر ہونے کی غرض سے سنسکرت علم ادب کو حاصل کیا کتاب الہند نامی ایک کتاب لکھکر اہل ہند پر بڑا احسان کیا ہے سچ تو یہ ہے۔ اردو خوان حضرات کے علاوہ بیرونی کی عظمت کا احساس [illegible] کتاب الہند کا ترجمہ اردو مین ہو گیا [illegible] قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ۔ منیجر صدیق بکڈپو امین آباد لکھنؤ

تاریخ اخلاق یورپ | مشہور حامی عقلیت پروفیسر لیکی کی بے مثل و عالمانہ کتاب کا ترجمہ۔ اٹھارھوین صدی اور اس کے ماقبل کی معاشرت۔ مذہب اور اخلاق کی معلومات کا ایک حیرت انگیز ذخیرہ ہے۔ یہ نہایت دلچسپ اور حکیمانہ کتاب ہے۔ اسکے پڑھنے سے دماغمین روشنی اور نظر مین وسعت پیدا ہوتی ہے۔ مترجمہ مولوی عبدالماجد صاحب۔ بی۔ اے۔ جلد اول (سے)، جلد دوم (سے)۔

انسانی قربانیان | عربی کے چند دل آویز اور موثر اصلاحی۔ معاشرتی مضامین اور افسانون کا مجموعہ۔ ادب اردو مین یہ کتاب اپنی نرالی شان ادبیت کے لحاظ سے بےنظیر ہے۔ (۸)

سیاحت زمین | اسّی دنو نمین تمام کرۂ ارض کے سفر کے دلچسپ حالات۔ کتاب شروع کر کے چھوڑنے کو جی نہین چاہتا۔ قیمت (عہ)

مجموعہ کلام شبلی | علامہ شبلی مرحوم کی قومی۔ سیاسی اور تاریخی نظمونکا قابل قدر مجموعہ جسمین کا ہر شعر اپنی جامعیت اور معنی خیز ہونیکے اعتبار سے موتیون تولنے کے قابل۔ قیمت (۱۲)

سیاسی انقلاب | مصر کے مشہور مسیحی فاضل جرجی زیدان اڈیٹر الہلال کا مصر کے ایک مشہور ناول کا ترجمہ جسمین انقلابات مصر و سوڈان کے حالات افسانے کے پیرایہ مین دکھائے گئے ہین۔ قیمت رعایتی (عہ)

تذکرۂ آب بقا | شعرائے اردو کا نو تالیف تذکرہ۔ جسکو خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی نے بہت ہی قابلیت سے ترتیب دیا ہے۔ کتاب کو دلچسپ بنانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین ہوا۔ قیمت (عہ)

نظم رنگین ادا | حضرت کمال کا دوسرا قابل دید دیوان۔ قیمت صرف (۴)

ملنے کا پتہ۔ **منیجر صدیق بکڈپو امین آباد لکھنؤ۔**

تذکرۂ گلشنِ ہند | اُردو کے مشہور و معروف قدیم شعرا کا تذکرہ جسے مرزا لطف علی نے ۱۲۱۵ھ میں
علامہ شبلی کی تصحیح اور مولوی عبدالحق سکریٹری انجمن ترقی اُردو کے ایک عالمانہ مقدمہ کیساتھ شائع ہوا -
قیمت (عہ/)

مشاطۂ سخن | قدیم و جدید اساتذۂ شعراء اُردو کے اصطلات کا بینظیر مجموعہ - جو فن شاعری
کا راہ نما بننے کا مستحق ہے - اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے - فن شعر سے ذوق رکھنے والے فرد
دیکھیں قیمت - (عہ/)

بزمِ خیال | شعراء فارس و ہند کے قصہ طلب اشعار اور ان کے متعلق پرلطف قصون کو
ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے - یہ کتاب صدہا تاریخون اور تذکرون کا لب لباب ہے - بہت
ہی دلچسپ ہے - قیمت (عہ/)

قاسم و زہرا | جناب شوق صاحب مصنف عالم کی قابل قدر تصنیف ہے - مثنوی کے رنگ
مین ایک ڈرامہ ہے - قصہ اسقدر دلچسپ پر درد ہے - کہ پڑھتے ہوئے کلیجہ تھام لیجئے گا شروع
سے آخر تک فارسی اضافت نہ پایئے گا - یہ خاص خصوصیت ہے - قیمت (۱۲/) و (۸/)

بدرِ کمال | حضرت جلال مرحوم کے صاحبزادے جناب کمال لکھنوی شاعر دوراں
کا دلچسپ دیوان

بیانِ خسرو | حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی - علامہ شبلی مرحوم
کے قلم سے - قیمت - (۱۰/)

شبابِ لکھنؤ نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کے عہد مین دربار لکھنؤ کے حالات بہت
ہی دلچسپ کتاب ہے -

ملنے کا پتہ - منیجر صدیق بکڈپو - امین آباد - لکھنؤ